انیس ناگی

نئے افسانے کی کہانی

8
ن
1

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

UNIVERSITY ORIENTAL COLLEGE
LIBRARY

نئے افسانے کی کہانی

انیس ناگی

جمالیات لاہور

Scanned with CamScanner

ناشر جمالیات
حسن ولا' ہری لاج سٹریٹ کرشن نگر لاہور

طابع کمبائن پرنٹرز
گارڈی ٹرسٹ بلڈنگ لاہور

سال اشاعت ۲۰۰۸

قیمت ایک سو روپیہ

12634

Scanned with CamScanner

UNIVERSITY ORIENTAL COLLEGE LIBRARY

فہرست

دیباچہ	۵
افسانہ ایک نئی تشکیل	۷
نیا اردو افسانہ، منظر پس منظر	۱۴
نئے افسانے کی تنقید	۲۲
نیا مغربی افسانہ	۳۳
افسانہ اینٹی افسانہ	۴۹
حقیقت نگاری اور فکشن	۵۹
نئے افسانے کی تلاش	۶۶

افسانے

ایک افسانے کی تیاری	۷۳
امین جگلو	۸۴
سفرنامہ	۹۳
تمثیل ۳	۱۰۳
چاندرات	۱۱۰
پروین کی کہانی	۱۲۰
ایک لمبی دوڑ	۱۲۹

Scanned with CamScanner

UNIVERSITY ORIENTAL COLLEGE
LIBRARY

دیباچہ

ہر کتاب کو اپنا جواز فراہم کرنا چاہیے کہ اسے کیوں کر لکھا گیا ہے۔ کتاب محض ذات کا اظہار نہیں ہوتی اس کے عقب میں ادبی اور کلچرل محرکات ہوتے ہیں جن کی وضاحت ضروری ہوتی ہے۔ ''نئے افسانے کی کہانی'' اردو میں افسانہ اور نئے افسانہ کے چند ایک پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے اردو افسانے کی تنقید بوسیدگی کا شکار ہے اور ان جدید تصورات سے تہی ہے جو نصف صدی سے بین الاقوامی سطح پر افسانے کی دنیا میں نمودار ہوئے ہیں۔

اس کتاب میں کچھ مضامین وہ ہیں جو ۷۰ کی دہائی میں نئے اردو افسانے کی ضرورت اور اس کی تشکیل کے بارے میں لکھے گئے تھے یہ مضامین پروموشنل تھے۔ میں آج افسانے کے بارے میں اپنے نظریات میں ترمیم پر مجبور ہوں کیونکہ جو نیا افسانہ ساٹھ اور ستر کی دہائی میں لکھا گیا وہ ادھورا ہی رہا۔ اس کی بس اتنی ہی اہمیت ہے کہ یہ اردو افسانے میں تبدیلی کی بیحد ضرورت کا اظہار تھا۔ زیر نظر کتاب میں کچھ مضامین نئے ہیں جن میں ایک مرتبہ پھر نئے افسانے کی فارمولیشن کی گئی ہے اور ان پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے جو اردو تنقید میں ناپید ہیں۔

میں نے اس کتاب میں میں اپنے سات افسانے بھی شامل کئے ہیں ان میں دو افسانے تمثیل ۳ اور ایک افسانے کی تیاری میرے افسانوں کے کلیات بدگمانیاں میں شامل ہیں جبکہ باقی پانچ افسانے بعد میں لکھے گئے ہیں۔ یہ افسانے

Scanned with CamScanner

علامتی ہیں یا حقیقت نگاری کے اسلوب میں لکھے گئے ہیں اور یہ کس حد تک اپنے سے ماورا معنویت کا وعدہ کرتے ہیں' اس کا فیصلہ نقاد کی بجائے قاری بہتر طریقے سے کر سکتا ہے۔

نومبر ۲۰۰۷

لاہور

انیس ناگی

Scanned with CamScanner

افسانہ، ایک نئی تشکیل

افسانہ لکھنے کے لئے کہانی کی ضرورت ہے، کہانی کے لئے واقعات درکار ہیں، واقعات کو زندگی میں تلاش کیا جاتا ہے۔ اس لئے واقعہ کہانی اور افسانہ آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ اردو افسانے کی تنقید میں کہانی اور افسانے کو متبادل معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، جو درست نہیں ہے۔ واقعہ ایک وقوعہ ہوتا ہے جس کا سیاق وسباق مبہم ہوتا ہے، کہانی واقعات کو جوڑتی ہے اور افسانہ فنی حربوں کے ذریعے ایسا پیرایہ تعمیر کرتا ہے جو واقعہ اور کہانی میں معنویت پیدا کرتا ہے۔ قصہ گوئی کی رُوایت ہر تہذیب اور ہر زمانے میں ملتی ہے۔ دیومالائی کہانیاں ہوں یا فوک لور تمام میں بیان کا ایک ہی اسلوب ملتا ہے۔ ان میں سچ، جھوٹ سب کچھ شامل ہوتا ہے تخیل اور فینتسی کے ذریعے ان میں تحیر اور غیر معمولی عناصر کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ کہانی کی اوورل روایت میں اس کے طریق بیان پر زیادہ اصرار کیا جاتا تھا، اس کا ثبوت ابتدائی لکھی ہوئی داستانیں ہیں جن میں قصہ گوئی کا انداز جوں کا توں موجود رہا۔ تکلم سے تحریر کے عمل کا تعلق براہ راست معاشرے کی مجموعی مادی اور ذہنی ترقی سے ہے۔ داستان ایک بیانیہ ہے جس کی ہئیت داستان گو کے موج خیال کے تابع رہی ہے جب اور جس طرف چاہا اس کا رخ موڑ دیا۔ ہومر کی یولیسس اور اوڈیسی میں تاریخ، تخیل، فوک لور مہمات کشی سب کچھ شامل ہے۔ ان منظوم داستانوں کو ایپک شاعری کہا جاتا ہے۔ ایپک میں ایک معاشرے کی معاشرتی، سیاسی، کلچرل اور عسکری زندگی کا بھرپور بیان ہوتا ہے۔ ان میں قصہ در قصہ کی تکنیک بھی استعمال کی جاتی

ہے۔ ایپک کو بعد میں لکھی جانے والی داستانوں اور کہانیوں کا ماخذ تصور کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ایپک میں بادشاہوں، بہادروں اور مہم جوؤں کی مہمات کی کہانیاں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک عہد کی پوری زندگی کا تماشا شامل ہوتا ہے۔ یہ حقیقت اور فکشن کا امتزاج ہوتا ہے۔

کہانی، داستان، ناول اور افسانہ کے لئے انگریزی میں فکشن کا لفظ بڑے تواتر سے استعمال ہوتا ہے اور یہی لفظ اردو میں بھی مروج ہے جو بیک وقت ناول، افسانہ اور ہر طرح کی قصہ گوئی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ فکشن کا لغوی معنی ہے جو کچھ حقیقی نہیں ہے۔ یعنی یہ حقیقت کے متوازی ایک اور سٹرکچر ہے۔ فکشن کا تعلق فرضی اور تخیلاتی واقعات سے ہے جو ایک فکشن لکھنے والا اپنی کہانی کے لئے ایجاد کرتا ہے۔ اس بات کا اطلاق داستانوں پر ہوسکتا ہے جس میں مفروضہ واقعات، مبالغہ، طلسمات اور hvr اور wishful thinking'' سے کہانی کا تار و پود تیار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی اپنے طور پر انسان کی ذہنی کارکردگی اس کی زندگی کے غیر عقلی حصوں کو رومانوی انداز میں پیش کرتی ہیں۔ فکشن کا مقصد کہانی کے ذریعے تفریح بہم پہچانا ہے۔ لیکن اکثر داستان نویس اس میں مذہبی تعلیمات اور اخلاقیات کو بھی شامل کر دیتے ہیں۔ بعض داستانوں کو parables بنا دیتے ہیں۔ جس طرح فکشن کی کوئی معین ہئیت نہیں ہے اسی طرح داستانوں کی کوئی مقررہ صورت نہیں ہے تاہم ان میں کچھ ایسے عناصر بھی شامل ہوتے جو تمام داستانوں میں مشترک نظر آتے ہیں۔ داستانوں کی بنیاد واقعات پر ہوتی ہے جو عموماً مہمات کی صورت میں ہوتے ہیں۔ اپنی داستان میں دلچسپی کے عنصر کو پیدا کرنے کے لئے داستان گو کو زیادہ سے زیادہ واقعات مخترع کرنے ہوتے ہیں، یہ واقعات ہی کرداروں کو واضح کرتے ہیں وگرنہ ان میں کرداروں کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ داستانوں کے کردار عام

طور پر جامد ہوتے ہیں۔ داستان گو ان کو ایسی مثبت اور منفی صفات سے مشخص کرتا ہے کہ وہ اس بنے بنائے سانچے سے باہر نہیں نکل پاتے۔ داستانیں تخیل اور حقیقت کا امتزاج ہیں اور یہ اپنے زمانے میں معاشرے کو تفریح اور جذباتی ریلیف فراہم کرتی رہی ہیں۔ ان کی افادیت غیر ترقی یافتہ معاشروں میں کافی دیر تک قائم رہی لیکن معاشروں کی اقتصادی ترقی اور عقلیت کے فروغ کے ساتھ ساتھ داستانوں کا دور معدوم ہوتا گیا۔ اس کے باوجود انسان میں واقعات کو بیان کرنے کی طلب باقی رہتی ہے۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ داستان سے ناول اور ناول سے افسانہ کس طرح برآمد ہوا اور اس کے دوران کون سے مدارج طے ہوئے تاہم یہ بات حتمی ہے کہ ناول کسی نہ کسی اعتبار سے داستان کی روایت سے جا ملتا ہے۔ قصے میں تسلسل، واقعات اور کرداروں کی شمولیت اور بیانیہ انداز داستان اور ناول میں مشترک ہیں۔ روسی اور فرانسیسی فکشن کی روایت میں اٹھارویں انیسویں صدی میں ناول کی ابتدا سے قبل ہمیں tales بھی ملتی ہیں مثال کے طور پر پشکن، ترگینف، دوستوفسکی اور ٹالسٹائی کے طویل افسانوں میں بھی داستان کا انداز ہے لیکن ان کا موضوع معاصر روس کی provincial life تھا۔ ناول زندگی کے کسی ایک پہلو کو، ایک شخص یا ایک خاندان کی زندگی کو یا کسی ایک واقعہ کو اس کی entirty میں بیان کرتا ہے، وہ ہر طرح کی تفاصیل اور کرداروں کے اندر اور باہر کی کیفیات کی نقاشی بھی کرتا ہے۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ناول نے بھی بہت سے روپ بدلے ہیں۔ بیسویں صدی کے مغربی ناول نگاروں میں دوستوفسکی کے ناولوں میں مباحث، بالزاک کی غیر ضروری طویل معاشرتی منظر ناموں کو حذف کر کے ناول کو ایک فوکس کے گرد محدود کر کے اس میں خواندگی readability کو ترجیح دی ہے۔ اس قسم کی تبدیلیاں ہمیں انیسویں صدی کے آواخر اور بیسویں صدی کے مغربی افسانہ نویسوں کے یہاں ملتی ہیں۔ افسانہ ناول سے

Scanned with CamScanner

برآمد ہوا ہے۔ افسانے میں وقوعہ کے سکوپ کو محدود کر کے اس میں مرکزیت پیدا کی گئی ہے۔ مغرب کے ہر اہم ناول نگار نے ناول کے ساتھ ساتھ افسانے بھی لکھے ہیں۔ (دوستوفسکی، گوگول ٹالسٹائی، جیمز جوائس، ڈی ایچ کارنس وغیرہ) لیکن ان کے ادبی مرتبے کا تعین ان کی ناول نگاری سے ہی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح موپساں، چیخوف وغیرہ نے افسانوں کے علاوہ ناول اور ناولٹ بھی لکھے ہیں لیکن ان کے افسانوں کے حوالے سے ان کی مختصر فکشن کی حیثیت ثانوی ہے۔

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مختصر افسانہ نے روس امریکہ، فرانس، اور انگلستان کی ادبی روایت میں جنم لیا تھا۔ ابتدا میں تو اس کا بندھا ٹکا اصول نہیں تھا، تاہم یہ ناول میں ترمیم وتخفیف کے ذریعے معرض وجود میں آیا تھا۔ لیکن یہ کہنا کہ افسانہ ناول کا خلاصہ ہوتا ہے درست نہیں ہے۔ افسانے کا اپنا ایک منفرد ڈیزائن ہوتا ہے جس کے تحت افسانہ نگار اس کو tailor کرتا ہے۔ مختصر افسانہ اس لئے مختصر افسانہ نہیں ہوتا کہ اس کی طوالت کم ہوتی ہے۔ مختصر افسانے کا تعلق ادراک سے ہے۔ ناول ایک کھلا میدان ہے جس میں جو چاہا شامل کر لیا جاتا ہے۔ دوستوفسکی، ٹالسٹائی ور اردو میں نذیر احمد کے ناولوں میں بہت کچھ الم غلم شامل ہوتا ہے جسے ناول کے پلان سے خارج بھی کر دیا جائے تو ناول متاثر نہیں ہوتا۔ ان ناول نگاروں کے ناولوں میں جو تصوراتی وضاحتیں تقاریر یا مباحث کے ذریعے کی جاتی ہیں انہیں ناول کے واقعات یا کرداروں میں گوندھ کر پیش کرنا چاہیئے۔ اس طریق کار کو وجودی ناول نگاروں نے بہتر طریقے سے استعمال کیا ہے۔ افسانہ میں زندگی یا کسی ایک واقعہ یا کردار کی ایک ترانش کو پیش کیا جاتا ہے، بہت سی تفاصیل کو اس بیان میں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ ماہر افسانہ نویس ایک فوٹو گرافر کی طرح بتدریج زوم لینز استعمال کرتا ہے ایک ہی نقطہ یا مرکز کو انلارج کرتا ہے جس کے اردگرد کی چیزیں معدوم ہو

Scanned with CamScanner

جاتی ہیں۔ چیخوف اور موپساں کو بین الاقوامی سطح پر جدید مختصر افسانہ کے معمار کہا جاتا ہے دونوں مختلف المزاج افسانہ نگار تھے اور انہوں نے اپنے مزاج کے مطابق افسانے کے سٹرکچر تعمیر کیے۔ چیخوف کے افسانوں میں ایک دھیما پن ہے، وہ افسانے کے انجام کو سنسنی خیز نہیں بناتا، وہ خارجی واقعات کے ساتھ کرداروں کے اندرونی حالات کو بھی پہلو بہ پہلو چلاتا ہے۔ اس کے بہت سے ایسے افسانے بھی ہیں جن میں افسانے کی تین اکائیوں پر اصرار نہیں کیا گیا۔ فنی اعتبار سے موپساں کے افسانے زیادہ چست ہیں، وہ ایک اسلوب کے ساتھ بناتا ہے اس کے افسانوں میں انسان کی نفسیاتی کج روی، تعش کی بے پایاں خواہش، ایک دوسرے پر اعتماد کی کمی اور زندگی میں غمنا کی کو موضوع بنایا گیا ہے۔

اوپر جن فرانسیسی اور روسی فکشن نگاروں کا ذکر گیا ہے وہ اکثر و بیشتر غیر معمولی کرداروں کی تلاش میں رہتے ہیں جن کی نفسیاتی حالت نارمل نہیں ہوتی اور جو غیر معمولی پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ زندگی کی عام ڈگر سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ غیر معمولی پن سے کہانی اور افسانہ بناتے ہیں۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ان غیر معمولی کرداروں کی جگہ نارمل افراد نے لے لی یا وہ جنہیں دوستوفسکی اینٹی ہیرو کہتا ہے۔ افسانے کا مطلب چونکا دینا نہیں ہے افسانہ ایک سٹرکچر ہے اور کہانی اس کا متن ہے جو کہیں سے شروع ہوسکتا ہے اور کہیں ختم ہوسکتا ہے۔ کہانی کا روایتی سٹرکچر واقعات کو باندھ سکتا ہے جو افسانے میں دلچسپی پیدا کرسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی معنویت کو محدود کر دیتا ہے۔

افسانے کے سٹرکچر کے تین بنیادی اجزا ہیں۔ کہانی، کردار اور اس کا لسانی اسلوب۔ یہ ابھی تک طے نہیں ہو سکا کہ واقعات کردار بناتے ہیں یا کرداروں سے واقعات جنم لیتے ہیں یا دونوں میں کوئی نامیاتی رشتہ ہے۔ مدرس نقادوں کی رائے میں دو

Scanned with CamScanner

طرح کے افسانے ہوتے ہیں۔ کرداری افسانے اور پلاٹ کے افسانے۔ پہلی نوع کے افسانوں میں کہانی کی بنیاد ایک یا ایک سے زائد کرداروں پر ہوتی ہے افسانہ نگار کردار کی شخصیت کو کہانی کے دوسرے اجزا پر حاوی کر دیتا ہے۔ اس قسم کے ٹائپ کردار ہمیں انیسویں بیسویں صدی کی یورپین فکشن میں ملتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر کردار کو غیر معمولی ہو' ایک عام فرد کی زندگی سے بھی افسانہ بن سکتا ہے لیکن اس کا انحصار افسانہ نگار پر ہے کہ وہ کس زاویے سے دیکھ رہا ہے۔ کرداری افسانوں میں واقعات پس پشت چلے جاتے ہیں اور کردار ہی واقعات کو جنم دیتا ہے۔ افسانوں کی دوسری نوع واقعاتی افسانے ہیں جن میں کہانی کا تانا بانا ایک یا ایک سے زیادہ واقعات پر تیار کیا جاتا ہے۔ ان میں واقعہ کردار کو جنم یتا ہے' ایسی صورت میں کردار عموماً بے اختیار ہوتے ہیں۔

افسانوں کی جن انواع کا ذکر کیا گیا ہے ان میں تقسیم درسی سطح پر کی گئی ہے کیونکہ جب افسانہ نگار اپنے افسانے کی لپیٹ میں آتا ہے تو اس قسم کی تفریق اس کے ذہن میں نہیں ہوتی۔ افسانے میں سب سے اہم عنصر اس کا اسلوب ہے کہ افسانہ نگار کہانی کو کس طرح افسانے میں منتقل کرتا ہے۔ اس کا لسانی اسلوب معانی کی تشکیل کرتا ہے۔ جو افسانے سرسری زبان میں لکھے جاتے ہیں وہ عموماً محدود معنی کے حامل ہوتے ہیں۔ افسانہ نگار کو اپنے افسانے کی فضا اور کرداروں کی موجودگی میں ایک لہجہ تعمیر کرنا ہوتا ہے فکشن میں عام طور پر لہجے کی زبان ہوتی ہے جو صرف ونحو کی پابندی کو چھلانگ کر آگے نکل جاتی ہے۔ حقیقت پسند افسانہ نگار معروضی جزئیات بیان کرتے ہوئے اپنے طرز نگارش کی نمائش کرتا ہے جبکہ علامتی افسانہ نگار ایک تاثراتی مصور کی طرح تیز تیز سٹروکس لگا کر اپنے موتیف کی تشکیل کرتا ہے وہ افسانے کا معنی کھول کر بیان کرنے کی بجائے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ افسانے کا معنی افسانے سے باہر ہوتا ہے۔ افسانے کا اختتام اس کے معنی

Scanned with CamScanner

کا آغاز ہوتا ہے۔ معنی کبھی حتمی نہیں ہوتا۔ افسانہ ایک متن text ہے جس کی اندرونی تعمیر لسانی ہوتی ہے جس کو ساختیاتی اصطلاح میں decode کر کے اس سیاق و سباق کو تلاش کیا جا سکتا ہے جو معنی کو ایک رخ دیتا ہے۔ افسانہ ایک کھلا بیانیہ ہے جس کی کوئی متعین ہیئت نہیں ہے، جس کی مہار ہر طرف موڑی جا سکتی ہے

Scanned with CamScanner

نیا اردو افسانہ: منظر، پس منظر

نیا اردو افسانہ اب پرانا ہو چکا ہے- نئے افسانے سے مراد وہ افسانہ ہے جس کا آغاز ۱۹۶۰ء کی دہائی میں ہوا تھا اور ۱۹۹۰ء کی دہائی میں اس کے نقوش محو ہونے لگے تھے- نئی صدی کے آغاز میں اردو افسانے کے اس رجحان کا ازسرِ نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ اردو افسانے کی روایت میں ۱۹۶۰ء کی دہائی میں لکھے گئے افسانے ایک بہت بڑا انحراف تھے، یہ تجرباتی تھے اور ان میں وسیع تر معانی پیدا کرنے کے امکان تھے- لیکن ہوا یوں کہ چالیس برس گزرنے کے بعد بھی اردو افسانہ ابھی تک اسی دہلیز پر اپنی نامکمل شکل میں سسک رہا ہے- اسے انتہا تک پہنچانے کی ضرورت تھی لیکن اس دور کے بیشتر افسانہ نویس ایک دہائی کے بعد تھکنے لگے تھے اور بتدریج لکھنے کے عمل سے بھی دستبردار ہو گئے تھے- دوسری طرف نئے اردو افسانے کی فکری فارمولیشن نہیں کی گئی تھی- کیونکہ اس دور کے افسانہ نویس خودغرض قسم کے ادیب تھے وہ صرف اپنی اپنی ڈفلی بجانا چاہتے تھے، وہ اپنے نظریات کی وضاحت کے لئے دوسروں کے منتظر تھے- لیکن ان کی مدد کے لئے کوئی نہ آیا- دوسری طرف اردو ادب کا قاری ہمیشہ سے کاہل رہا ہے، روایت پرستی اس کی عادت رہی ہے اور وہ ہر نئی بات سے گھبرا جاتا ہے- نیا افسانہ کلاسیکل ادبی روایت پر پرورش پانے والے قاری کے لئے مشکل تھا- اس لئے نئے افسانے کے بہت سے فنی پہلوؤں کی وضاحت ایک ضرورت تھی تاکہ افسانہ نگار اور قاری کے درمیان ایک ربط

Scanned with CamScanner

استوار کیا جا سکے- یہ کام کسی نے نہ کیا-

نئے افسانہ نویسوں کی اس فہرست میں انتظار حسین، انور سجاد، سمیع آہوجا، احمد ہمیش، ذکاء الرحمٰن، منشایاد، مظہر الاسلام، رشید امجد، خالدہ حسین، احمد داؤد، اعجاز راہی اور دوسرے افسانہ نویس شامل تھے- ان میں سے کچھ افسانہ نویس ۱۹۶۰ء سے پہلے بھی لکھ رہے تھے اور کچھ نے بعد میں ان کی صف میں شمولیت کی تھی- نیا اردو افسانہ بالواسطہ طور پر نئی شاعری کی تحریک کے اثر کا نتیجہ تھا کیونکہ نئے شاعر شاعری کی تخلیق کے ساتھ ادبی نظریہ سازی بھی کر رہے تھے کہ اردو ادب میں کلاسیکی ادب اور روایت کی جبریت نے تخلیقی عمل کو محدود کر دیا ہے- ادب معاصر زندگی سے بہت پیچھے رہ گیا ہے- ادب میں جدیدیت کی لہر صرف پاکستان کے اردو ادب میں ہی نہیں چلی تھی، فرانس، انگلستان اور لاطینی امریکہ کا ادب بھی ایک نئے سوشل آرڈر اور ایک نئے ادب کی ضرورت کے لئے اصرار کر رہا تھا- اردو ادب کی تاریخ میں یہ دوسرا موقع تھا کہ اردو کے ادیب بین الاقوامی ادبی رجحانات سے ہمرکاب ہونے کی کوشش کر رہے تھے-

اردو میں افسانہ نویسی کی روایت کا آغاز بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ہوا تھا- اردو ریلسٹ افسانے کا سارا ڈھانچہ پریم چند نے تعمیر کیا تھا- پریم چند ایک معاشرتی حقیقت نگار تھے جو اردو افسانے کو اس موڑ پر لے آئے تھے جہاں اس میں تبدیلی ضروری تھی- عجب اتفاق ہے کہ پریم چند روسی ریلسٹ فکشن رائٹرز سے متاثر تھے- ۱۹۳۶ء کے لگ بھگ سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، غلام عباس اور دوسرے اہم افسانہ نگاروں کے ادبی ماڈل بھی وہی افسانہ نویس تھے جن سے پریم چند متاثر تھے- ان روسی مصنفین (دوستوفسکی، گاگول، چیکوف، ٹالسٹائی گورکی) کی فہرست میں بعض فرانسیسی ناول نگاروں (موپساں، بالزاک، زولا، اناطول فرانس وغیرہ) کو شامل کیا جا سکتا ہے جنہوں

Scanned with CamScanner

نے اردو افسانے کو بھی موضوعاتی اعتبار سے متاثر کیا- روسی فکشن کے برعکس فرانسیسی فکشن کے زیرِ اثر اردو افسانے کی بعض جہتوں میں اضافہ ہوا- فرد کی جبلتوں کی طرف بھی توجہ دی گئی اور نفسیاتی حقائق نگاری کی ابتدا ہوئی-

ریلسٹ افسانے کی تشکیل میں اس کی فارمل ہیئت کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور اس کی پابندی کو کامیاب افسانے کی ضمانت تصور کیا جاتا ہے- حالانکہ افسانے کی کوئی مخصوص ہیئت نہیں ہوتی- یہ دیکھنے اور بات کہنے کا اسلوب ہے، بعض سیدھے طریقے سے بات کرتے ہیں اور بعض چھپ چھپا کر اور بعض درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں- افسانے کے اسلوب میں اتنی لچک ہوتی ہے کہ اس کو حسبِ منشا چھوٹا بڑا کیا جا سکتا ہے، اس میں ہر طرح کا لہجہ پیدا کیا جا سکتا ہے- اسی باعث مختصر افسانہ اور طویل مختصر افسانہ، ناولٹ وغیرہ اس کے لچکدار ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں- کہانی بھی اپنے طور پر ایک غیر واضح سی ترکیب ہے- واقعہ، قصہ، حکایت، کہانی، داستان افسانہ ابھی تک متبادل معانی میں استعمال ہوتے رہے ہیں- ان میں کچھ فرق بھی ہوتا ہے جس کی طرف توجہ نہیں دی گئی- کہانی عام طور پر ایک یا ایک سے زیادہ واقعات کا بیان ہوتی ہے جنہیں آگے پیچھے جوڑ کر تسلسل قائم کیا جاتا ہے- ضروری نہیں کہ ان میں کوئی معنوی تسلسل بھی ہو- مثال کے طور اردو داستانیں معنوی تسلسل سے عاری ہیں اور ان میں صرف واقعات کو الل ٹپ جفت کیا جاتا ہے- ہم اخباروں میں روزانہ بہت سے حادثات کا بیان پڑھتے ہیں جن میں اکثر اوقات منطق نہیں ہوتی- زندگی میں جس طرح سے واقعات رونما ہوتے ہیں ان کے مسلسل بیان سے کہانی بن جاتی ہے- افسانہ کبھی برجستہ نہیں ہوتا اسے Articuate کیا جاتا ہے- حالات اور واقعات میں حسبِ ضرورت Emphasis پیدا کیا جاتا ہے، اہم کو غیر اہم سے جدا کیا جاتا ہے، ایک ایسا سیاق وسباق تیار کیا جاتا ہے

Scanned with CamScanner

جس میں باتیں اور واقعات قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں، کہانی چونکہ خام مواد کا کام کرتی ہے اس لئے اس میں جذباتی سطح محض اتفاقی ہوتی ہے- افسانے میں ایک سے زیادہ جذباتی سطحیں تخلیق کی جاتی ہیں- اردو میں کہانی اور افسانے کے درمیان اس فرق کی شناخت نہیں کی گئی اس لئے بیشتر ریلسٹ فکشن کہانی اور افسانے کے درمیان لڑکھڑاتی رہی ہے- جب کہانی افسانے کی صورت میں ڈھلتی ہے تو اس کا لسانی شیوہ بھی بدلنے لگتا ہے اس لئے کہ معانی تخلیق کئے جانے ہوتے ہیں- الفاظ کی لغوی دلالتیں ایک حد تک معانی دیتی ہیں- ایک افسانے کے معانی وہاں سے شروع ہوتے ہیں جہاں وہ ختم ہوتا ہے- یہ تب ہی ممکن ہے اگر افسانہ نویس زبان کی معجزاتی قوت کو بروئے کار لاتا ہے- ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک سعادت حسن منٹو واحد افسانہ نویس ہے جس نے اردو افسانے کو ایک منفرد لسانی اسلوب دیا وگرنہ اس سے پہلے تو اردو افسانے کی نثر ڈولتی پھرتی تھی- اس نے افسانوی نثر کو اختصار اور ذو معنویت کے وصف سے ہمکنار کیا اور اسے نصابی لب و لہجے سے نجات دلائی اور بہت سے الفاظ اور لہجوں کو افسانے کی زبان میں شامل کیا ہے-

جنہوں نے اپنے ایام آوارگی میں ادب کی طرف رجوع کیا تھا- اس زمانے میں ادیب کا رومانٹک امیج تھا- ادیب عملی دنیا سے دور تھا- ۱۹۶۰ء میں ادیب کا امیج بھی بدلنے لگا کہ وہ کوئی آوارہ گرد قسم کی مخلوق نہیں تھا، وہ عام انسانوں کی طرح ایک ذمہ دار شخص تھا جس کے لئے دنیا کی خبر رکھنا ضروری تھا- میڈیا کے فروغ، معلومات اور علم کی وسعت نے ایک نیا علمی اور ادبی تناظر فراہم کیا، ایک نئے شعور نے جنم لیا جس نے اس متصادم اور متحارب دنیا میں انسان کی موجودگی اور اس کے اردگرد اور اندر پھیلے ہوئے نظامِ زندگی کے بارے میں نئے سوالات پیدا کئے تھے جن کا جواب فراہم کرنا ضروری تھا- علم و ادب کے اس انٹرایکشن سے اردو ادب محفوظ نہیں تھا- چنانچہ اس زمانے میں اردو ادب میں نئی

Scanned with CamScanner

تشکیلات کا عمل شروع ہوا- اردو افسانے میں تبدیلی اس کا ایک مظہر تھی- ان تبدیلیوں کے وجود میں لانے کے لئے اس عہد کے چند افسانہ نویسوں نے بہت سی ادبی تکنیکوں کو استعمال کیا، ان میں سے کچھ درآمدی تھیں اور کچھ یہاں کے کلاسیکی ادب سے ماخوذ تھیں- اس دور کے نئے افسانہ نگاروں کو سب سے زیادہ فرانز کافکا، لوئی بورخیس اور آلن راب گریئے نے متاثر کیا تھا- نئے افسانہ نگاروں نے بھی ''تنگ نائے افسانہ'' سے باہر نکلنے کی کوشش کی- انتظار حسین اور انور سجاد نے انسان کے دیومالائی ماضی کو بھی اس کی موجودہ حالت کا حصہ تصور کر کے ایک نئی باطنیت وضع کرنے کی کوشش کی- حقیقت یہ ہے کہ افسانہ صرف کہانی کا بیان یا اس کی تشکیل نہیں ہے، یہ ایک صورتحال Situation ہے جس میں انسان نے اپنے آپ سے مکالمہ کرتے ہوئے اسے دوسرے کو سنانا ہے اور دوسرے کی بات کو اپنے تک لے آنا ہے- نئے افسانہ نگاروں نے سب سے پہلے افسانے میں کہانی کی حاکمیت سے انکار کیا، اس کی تین اکائیوں (ابتداء، وسط، اختتام) کو رد کیا- ان کے نزدیک افسانے میں کہانی بنانا ایک Obsession بن جاتا ہے اور افسانہ نگار افسانے کے دوسرے پہلوؤں پر توجہ دینے کی بجائے کہانی کو معتبر بنانے کے چکر میں رہتا ہے- اس لئے افسانہ کہانی کے بغیر بھی لکھا جا سکتا ہے- فکشن میں اس طریق کار کو اینٹی سٹوری بھی کہا جاتا ہے- یہ تکنیک کہاں تک نئے افسانے میں بارآور ہوئی یہ ایک الگ مسئلہ ہے-

اسی طرح نئے افسانوں میں رونما ہونے والے کرداروں کی ساخت بھی کچھ مختلف دکھائی دیتی ہے- ان کے بیشتر کردار بے نام ہیں اور ان کی شخصیتوں کے خدوخال صرف تصور کی حد تک نمایاں ہوتے ہیں ان میں سے بیشتر کی سماجی حیثیت بھی مبہم رہتی ہے، وہ کم سے کم واقعات کو جنم دیتے ہیں، وہ اپنی وضاحت صرف اپنے کلام سے کرتے

Scanned with CamScanner

ہیں- یہی وجہ ہے کہ نئے افسانوں میں خودکلامی کی تکنیک کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا گیا ہے- خودکلامی کے ساتھ ساتھ بیانیہ کو متصل کرنا ایک مشکل تکنیک ہے، تاہم بعض نئے افسانہ نویسوں نے اسے مہارت سے بھی استعمال کیا ہے- اور بعض sentimentalism کا شکار ہوکر رہ گئے ہیں- جہاں بھی خودکلامی کو کہانی کے بیان اور افسانے کی تشکیل میں استعمال کیا جاتا ہے اس کی غایت دنیا کو ایک Psychological reality کے طور پر پیش کرنا ہوتی ہے کہ زندگی اور دنیا کے معاملات کو افسانہ نویس اپنی نگاہ سے دیکھنے کی بجائے انہیں کردار کی بصارت کے سپرد کر دیتا ہے- چنانچہ دنیا کا منظر اس کی جذباتی حالتوں کا تابع ہو جاتا ہے- اس طرح دنیا کا منظر بدلنے لگتا ہے، انسانی رشتے الٹ پلٹ ہونے لگتے ہیں اور یوں ایک نیا باطن منکشف ہونے لگتا ہے جو عام حالتوں میں معاشرتی، مذہبی اور سیاسی دباؤ کی بدولت فرد اور معاشرے کے اندر پکتا رہتا ہے- بعض نئے افسانہ نویسوں نے تحت الشعور کی رو کو بھی افسانے کی تشکیل میں استعمال کیا ہے- (Stream of consciousness) ایک مہمل سی اصطلاح ہے کیونکہ شعور تو عقل کی سپردگی میں ہوتا ہے اس لئے وہ تحت الشعور یا وہ دوسری حالتیں جو شخصیت کے کسی گوشے میں گری پڑی ہوتی ہیں ان کو ظاہر ہونے کا موقعہ نہیں دیتی- تحت الشعور کے ذریعے افسانے کی تحریر مظہریاتی اسلوب کی ضرورت کو پیدا کرتی ہے جس میں اپنے تجربہ کا ادراک ایک مظہر کے طور پر کیا جاتا ہے- اس مظہر کی تفتیش دراصل اپنے شعور اور ذہنی عمل کی تفتیش ہوتی ہے کیونکہ مشاہدے کے عمل میں افسانہ نگار مظہر کا حصہ خود بن جاتا ہے- مظہریاتی تحریروں میں مظہر کی فوری موجودگی کی پرسپشن کی غایت اس کے اندرونی معانی جاننے کی سعی ہوتی ہے اور کوئی شئے ایسی نہیں ہے جس کی ظاہری ہیئت کے عقب میں اس کی معنویت کا ادراک نہ کیا جا سکے- پرسپشن

Scanned with CamScanner

کے اس عمل میں شئے کو اس کے پس منظر سے جدا کر دیا جاتا ہے- نئے افسانوں میں بھی جب کسی صورت حال کو پیش کیا جاتا ہے یا کسی کردار کو نقش کیا جاتا ہے تو تمام تر توجہ اس کے جذباتی اور ذہنی عمل پر رکھی گئی ہے- اس سے اردو افسانے کو نقصان یہ ہوا کہ اس میں افراد کا معاشرتی پس منظر اوجھل ہو گیا ہے- جو کردار سامنے آتے ہیں وہ ہوا میں لٹکے ہوئے محسوس ہوتے ہیں-

نئے افسانہ نگاروں میں سے چند ایک نے افسانے کے لسانی اسلوب کی طرف بھی خصوصی توجہ دی ہے- اسے روزمرہ کی بول چال کے لہجے سے باہر نکال کر اس میں جذباتی شدت، لفظوں کے محاکاتی استعمال، طویل جملوں کی تشکیل اور ہر طرح کے الفاظ اور لسانی مرکبات کو افسانے کے فیبرک میں بنیادی حیثیت دی ہے- اس طرح نئے افسانوں میں اکثر مقامات پر شاعری اور نثر کی حدیں ملتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں- لیکن اس میں بھی بعض نئے افسانہ نگار افراط وتفریط کا شکار ہو گئے ہیں اور ان کے تلازمات اور امیجز مضحکہ خیز بھی ہیں-

اردو میں نئے افسانے کے حوالے سے افسانہ نویسی کے بعض رموز اردو افسانہ کی روایت میں دَر آئے، لکھنے کا ایک نیا اسلوب بھی منظر عام پر آیا- لیکن ہوا یوں کہ افسانے میں کہانی کے عنصر کو باہر دھکیلنے سے افسانہ ایک شخصی رپورتاژ بن گیا جس میں صرف ''مَیں'' کی باتیں بیان کی گئیں جن میں کوئی گہرائی نہیں تھی- وہ ''مَیں'' کی تکرار کو وجودیت کا فلسفہ سمجھنے لگے- قارئین نے نئے افسانے کو اس لئے بھی قبول نہیں کیا کہ اس میں معاشرتی حقیقتیں اور ایک کلچر کی داستان مفقود تھی- ان افسانہ نگاروں نے سیاسی جبر پر بار بار افسانے لکھے لیکن ان میں سے کوئی بھی جبر کی اصل نوعیت اور اس سے پیدا ہونے والے وجودی غم کی شرح نہ کر سکا- ان تمام عناصر نے مل جل کر قارئین کو افسانے سے دور

Scanned with CamScanner

کر دیا- قاری ہر متن کا ناگزیر حصہ ہوتا ہے کیونکہ معنی کی تکمیل اس کے بغیر ممکن نہیں ہوتی- افسانہ نگار یا شاعر کوئی بنی بنائی چیز قاری کو پیش نہیں کرتا وہ تو معنی کے ایک قرینے کی نشاندہی کرتا ہے اور باقی کام تو قاری کرتا ہے- اردو کا قاری تو پہلے ہی محنت سے گھبراتا ہے جونہی اسے نئے افسانے میں بدلتے ہوئے پیکر محسوس ہوئے اس نے ابہام ابہام کی رٹ لگانی شروع کر دی- ان کے دیکھا دیکھی نقاد حضرات بھی اس کورس میں شامل ہو گئے- دوسری طرف نئے افسانہ نگاروں نے بھی اپنے مؤقف پر اصرار نہ کیا جس کے نتیجے کے طور پر نئے افسانے کا دَر بند ہو گیا-

گذشتہ دو دہائیوں سے اردو کا نیا اور پرانا افسانہ ضیق التنفس کا شکار ہے- ۱۹۶۰ء کی نسل کے کم وبیش سارے افسانہ نویس لکھنے سے دستبراد ہو چکے ہیں جو ایک آدھ لکھ رہے ہیں وہ ایک مرتبہ اس دوراہے پر کھڑے ہیں کہ وہ کس اسلوب میں افسانہ لکھیں؟ گذشتہ تیس چالیس برسوں میں کوئی ایسا افسانہ نویس بھی منظر عام پر نہ آیا جس کے افسانوں سے تازگی کی نوید ملتی ہو- اس وقت پاکستانی معاشرہ لاتعداد اور تضادات کی وجہ سے لاتعداد کہانیاں اپنے بطن میں لئے ہوئے ہے لیکن انہیں لکھنے والا کوئی نہیں ہے-

Scanned with CamScanner

نئے افسانے کی تنقید

نیا افسانہ ابھی تک تنقید کا محتاج ہے، کسی اہم نقاد نے اس کی تصوراتی تشکیل نہیں کی اور نہ کسی نئے افسانہ نگار نے اس کی وضاحت کو ضروری سمجھا ہے۔ گذشتہ پچیس سالوں میں جو نئے افسانے لکھے گئے ہیں ان کے مطالعے سے کوئی واضح تصور قائم نہیں ہوتا۔ انتظار حسین اور انور سجاد نے نئے افسانے کے بارے میں جو دو تین مضامین لکھے ہیں وہ دفاعی نوعیت کے ہیں اور انہوں نے نئے افسانہ کی تصوراتی تشکیل کی بجائے اپنے اسالیب کی وضاحت کی ہے۔ مرزا حامد بیگ کا نئے افسانے کی ماہیت پر لکھا گیا کتابچہ ابہام کی پیداوار ہے۔ اسی طرح ہندوستان کے پروفیسر گوپی چند نارنگ کی مرتبہ کتاب ''اردو افسانہ روایت اور مسائل'' اردو افسانے اور نئے افسانے پر ۲۸۷ صفحات پر مشتمل کتاب ہے جس کی فہرست مضامین مشہور ناموں سے مزین ہے۔ اس میں ہندوستان اور پاکستان کے نامور ادیبوں کے وہ مضامین شامل ہیں جو افسانے کے ایک سیمینار میں پڑھے گئے تھے۔ ان کے مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پریم چند سے احمد داؤد تک سب افسانہ نگار نیا افسانہ لکھ رہے ہیں۔ کوئی ایک مضمون نویس بھی نئے افسانے کی وضاحت نہیں کر سکا، کوئی یہ بھی نہیں بتا سکا کہ ۱۹۶۰ء کے بعد جو نیا افسانہ معرض وجود میں آیا اس کا نشانِ امتیاز کیا تھا۔ سب یہی رِٹ لگاتے ہیں علامتی افسانہ، علامتی افسانہ ۔۔۔ اور بس ۔۔۔ علامتی اور غیر علامتی افسانے میں حدِ فاصل کیا ہے؟ کیا یہ ترقی پسند یا غیر ترقی پسند افسانے سے مختلف ہے؟ اگر یہ مختلف ہے تو اپنا وجود کس طرح منفرد کرتا ہے؟ اس کا لسانی اسلوب

12634

Scanned with CamScanner

کیا ہے؟ اس کا جواب کسی نے نہیں دیا- اگر ایک دو نئے افسانہ نویسوں نے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کا استدلال حقیقت پسند افسانہ اور سوشل ریلزم کے خلاف غم وغصہ کے اظہار کے بعد ختم ہو جاتا ہے جن چند نقادوں نے افسانہ کے موضوع پر لکھا ہے انہوں نے بھی پرانی تنقیدی لغت پر انحصار کیا ہے جس کے نتیجے کے طور پر وہ اپنے مافی الضمیر کو نئے سیاق وسباق میں بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں، نئے افسانے پر سوچ بچار اور نئی اصطلاحات کے فقدان کے باعث ابتدا ہی سے نئے افسانہ نگار اور اس کے قاری میں جو بُعد تھا وہ پچیس سال بعد بھی اسی طرح قائم ہے، اس صورتحال میں نقاد اور افسانہ نویس دونوں برابر کے شریک ہیں- ابھی تک نئے اردو افسانہ کی تصوراتی تشکیل پر خاطر خواہ توجہ نہیں کی گئی اور نئے افسانہ نگار بھی اپنے عہد سے کسی قسم کا مکالمہ نہیں کر سکے- آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ اگر نئے افسانہ نگاروں نے اردو افسانہ کی روایت میں کچھ اضافہ نہیں کیا تو پھر ان کے افسانوں پر بات چیت کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے- یہ بات اتنی آسان نہیں ہے کیونکہ گذشتہ پچیس سالوں میں نئے افسانے کے عنوان سے دو درجن کے قریب افسانوی مجموعے شائع ہوئے ہیں جن کی بدولت افسانے کے میدان میں ایک طرح کا بحران پیدا ہوا ہے، قارئین افسانے کی دنیا سے لاتعلق ہو چکے ہیں- وہ نیا افسانہ نویس جس نے ۱۹۶۰ء کے بعد لکھنا شروع کیا تھا وہ شاید ہانپ رہا ہے اور اب گومگو کے عالم میں ہے کہ اس کے افسانے کو کس سمت سفر کرنا ہے- یہ مرحلہ فکر ہے کیونکہ وہ سوشل ریلزم سے بہت دور جا چکا ہے، اور اس نے جو مفروضاتی پرائیویٹ ورلڈ تعمیر کی تھی وہ محض چند ذاتی نفسیاتی کیفیات کا مجموعہ تھی، یہ وہ سراب تھا جسے وہ نئی دنیا کہتے تھے، یہ وہ دنیا تھی جسے جیمز جوائس، فرانز کافکا، سارتر اور کامیو بہت پہلے دریافت کر چکے تھے- سیکھنے کا عمل مستحسن ہے لیکن اس عمل میں اپنی شناخت کو محو کر کے محض تتبع کرنا غیر تخلیقی

Scanned with CamScanner

عمل ہے۔نقل کے لئے عقل درکار ہے۔ ادبی تحریکوں کا آغاز یا نئے ادبی رجحانات انفرادی یا کسی ایک گروہ کی سوچ بچار کے بعد رونمائی کرتے ہیں۔۱۹۶۰ء یا اس کے کچھ بعد نئے اردو افسانے کا تعارف کسی منصوبہ بندی کے بغیر تھا بلکہ یہ نئی اردو شاعری کی تحریک کی ایک By product تھا۔یہ ۱۹۶۰ء کا زمانہ تھا جب ادب اور شاعری میں نئی بنیادوں کا تقاضا کیا گیا تھا۔ ادبی حلقوں میں، کالجوں کی ادبی سوسائٹیوں میں اور گاہے گاہے ادبی پرچوں اور اخباروں کی خصوصی اشاعتوں میں نئی شاعری کے حوالے سے منظومات اور مضامین منظر عام پر آنے لگے۔ یہ جدیدیت کی وہ لہر تھی جو سرعت سے ہندوستان بھی جا نکلی۔ شعر و ادب کے وہ ماڈل جو ایم اے انگریزی پاس نقادوں اور شاعروں نے قائم کئے تھے انہیں متروک قرار دیا گیا۔ اس طرح ادب کے مطالعہ اور اس کے پرکھ کے لئے بین الاقوامی ادب اور شاعری کو معیار تصور کیا گیا۔ کیونکہ جدیدیت کے کسی رجحان کی بنیاد کلاسیکی یا مروجہ اردو شاعری پر نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ نئے شعراء نے جو تجربات کئے اس میں اپنی ماقبل کی نسل کے شعراء کی حدوں کو بھی مدّ نظر رکھا۔۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۵ء تک نئے اردو شعراء کا گروہ اپنی ادبی حکمت عملی واضح کر چکا تھا۔ ان شعراء کے برعکس کوئی نیا افسانہ نگار نہیں تھا۔ جو افسانے میں کسی نئی بنیاد کا تقاضا کرتا۔ نئی شاعری کی تحریک سے پہلے انتظار حسین کی نئی پود کچھ کئے بغیر عبرتناک انجام کو پہنچ چکی تھی۔ اس وقت سعادت حسن منٹو بہ حیات تھا اور اس کے ہوتے ہوئے کوئی اور افسانہ نگار اپنا چراغ نہیں جلا سکتا تھا۔ اسی زمانے میں جہاں بین الاقوامی ادیبوں کے بہت سے نام اردو میں رائج ہوئے ان میں سب سے اہم نام کافکا کا تھا۔ کافکا کے حوالے سے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں انتظار حسین اور خالدہ حسین کے نام منظر عام پر آئے۔ انتظار حسین اور انور سجاد کے نام نئے نہیں تھے، دونوں افسانہ نویس نئے شعراء کے زیرِ اثر آنے سے پہلے وافر تعداد

Scanned with CamScanner

میں کسی امتیاز کے بغیر، روایتی اسلوب میں افسانے لکھ چکے تھے، ان دونوں افسانہ نگاروں کی کایا کلپ اسی زمانے میں ہوتی ہے، البتہ خالدہ حسین کے افسانوں کی ابتداء زیادہ بہتر تناظر میں ہوتی ہے- یہ نئے افسانہ کا نقطۂ آغاز تھا جو کسی نظریاتی سوچ بچار کے تھا اور ۱۹۶۰ء میں نمودار ہونے والے افسانہ نویسوں نے نئے افسانے کی اساس کسی تصور پر رکھنے کی بجائے کافکا کے Real اور Surreal کے باہمی امتزاج کی تکنیک کو نئے افسانے کی معراج سمجھا، انہوں نے کبھی یہ استدلال نہیں کیا کہ ادب میں رجحانات میں تغیر تعلق براہ راست اس نظامِ زندگی اور معاشرت سے ہوتا ہے جس کے پس منظر سے تخلیق وجود اختیار کرتی ہے، ۱۹۶۰ء کی دہائی میں اردو افسانے کی روایت میں پہلا تغیر افسانے کے بیان میں شعوری اور لاشعوری حالت کا امتزاج تھا بہت کم افسانہ نویس اس حقیقت سے آشنا تھے کہ یہ تکنیک افسانے کو کثیر المعانی بنا سکتی ہے اور اسے ایک مستبد نظام زیست میں ایک دفاعی حربے کے طور پر استعمال بھی کیا جا سکتا ہے- بہر کیف نئے افسانہ نویسوں نے اس اسلوب کو سوشل ریلزم سے اختلاف کے طور پر استعمال کیا- ان میں سے بعض کا خیال تھا کہ سوشل ریلزم کے امکانات بالکل ختم ہو چکے ہیں اور افسانے میں کہانی بیان کرنے کے لئے نئے میتھڈ کی ضرورت ہے- کہانی اور افسانے میں واضح فرق قائم کیا جا سکتا ہے- کہانی واقعہ یا واقعہ کا تسلسل ہے، افسانہ اس کی فنی شکل ہے، واقعات انسانوں کے ذریعے جنم لیتے ہیں افسانہ نویس ان دونوں میں تعلق قائم کرتا ہے، کہانی کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچاتا ہے-

افسانہ نویس معاشرے میں بکھرے ہوئے واقعات ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے، جو باتیں، جو حکایتیں، دلوں کے تہہ خانے میں جاگزیں ہوتی ہیں انہیں قابل محسوس بناتا ہے، وہ واقعات، کرداروں اور تاثرات کے ذریعے نئی حقیقتوں اور بصیرتوں کی

Scanned with CamScanner

نشاندہی کرتا ہے- زندگی سے براہ راست تجربہ اخذ کرنے کے لئے ایمل زولا کی احمقانہ حرکتوں کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ اب ہر طرح کی معلومات دستیاب ہیں۔ جو افسانہ نگار اپنے فن کا مقصد زندگی کی عکاسی سمجھتا ہے، وہ ایک محدود دائرے میں کام کرتا ہے- اشیاء، واقعات اور مناظر کے بیان محض سے زندگی کی عکاسی تو ممکن ہے لیکن اس سے افسانے کا سٹرکچر کی تعمیر ممکن نہیں ہے نئے افسانے پر سوچ بچار اور نئی اصطلاحات کے فقدان کے باعث ابتدا ہی سے نئے افسانہ نگار اور اس کے قاری میں جو بعد میں تھا وہ پچیس سال بعد بھی اسی طرح قائم ہے،

مروجہ افسانے کا سٹرکچر (یعنی وہ جسے مغرب اور مشرق کے افسانہ نویس بڑے تواتر سے استعمال کر چکے ہیں) انسانی حقیقت کا صرف ایک پہلو پیش کرتا ہے، وہ پہلو جو انسانی عوامل میں ظاہر ہوتا ہے- اردو میں نئے افسانے کی تخلیق کے لئے نئے افسانے کے تصور کی تشکیل ضروری ہے- نئے افسانے کی تحریر کے لئے نئے شعور کے سٹرکچر کا ادراک کیا جانا ہے- نئے شعور سے مراد وہ آگاہی ہے جو مخصوص حالات اور مخصوص تاریخی عمل میں فرد کو اس کی موجودگی کا جواز تلاش کرنے پر مجبور کرتی ہے- یورپ میں دوسری جنگِ عظیم سے لے کر آج تک جو افسانہ لکھا گیا ہے- اس کے منظر اور پس منظر میں دوسری جنگِ عظیم سے تباہ ہونے والا انسان اور اس کے نظام اقدار کی بے حاصلی کا سایہ ہے-

دوسری جنگِ عظیم کے خاتمے کے بعد مغربی یورپ کا ناول اور افسانہ بھی دم توڑ چکا ہے، کہنے کو تو مغربی یورپ کے بہت سے ناموں کی فہرست تیار کی جا سکتی ہ، لیکن ان میں کوئی ناول نگار بھی یا افسانہ نگار وہ حیثیت نہیں حاصل کر سکا جو کافکا، سارتر اوکامیو کی ہے- شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی یورپ کی اقتصادی تشکیلِ نو کے بعد وہاں معاملات اور مسائل اور تضادات کی سنگینی ختم ہو چکی ہے، مغربی یورپ نے جو نظامِ زندگی قبول کر لیا

Scanned with CamScanner

ہے وہ اس سے مطمئن ہے، اس لئے وہاں تخلیق کی خلش کم ہے، اگر ہے بھی تو اس میں گنتھر گراس اور راب گریئے جیسے ناول اور افسانہ نگار اپنے ہنر اور شہرت کا ڈنکا ضرورت ہے زیادہ پیٹتے ہیں- چنانچہ لاطینی امریکہ یا یورپ کے افسانہ نویسوں سے اردو کے افسانہ نگار نت نئی تکنیکیں تو سیکھ سکتے ہیں- لیکن ان کے موضوعات کا تتبع محض تضیع اوقات ہے- ناول اور افسانہ ایسی ہیتیں ہیں جن کا براہ راست تعلق ایک زمانی اور حرکاتی صورتحال سے ہوتا ہے یعنی ایک ''متجسر صورتحال'' Concrete situation جس میں افسانہ نگار بذاتِ خود ایک کردار ہے جو اپنے طبقے کے تعصّبات سے ماورا ہو کر اپنی عصری اجتماعیت کے شعور کا حامل ہو- نئے افسانے کی دریافت کیلئے اگر ایک طرف شعور کے نئے سٹرکچر کی تعمیر ضروری ہے تو دوسری طرف ایسے معاملات، تجربات اور واقعات کو افسانے کا موضوع بناتا ہے جو موجودہ زندگی کی صورتحال سے براہ راست متعلق ہوں-

نئے افسانے کی تشکیل کے لئے مروجہ حقیقت پسند افسانے کے لسانی اسلوب سے گریز لازم ہے کیونکہ حقیقت پسند افسانے میں زبان کو ایک سطح پر استعمال کرنے کا رواج رہا ہے، اردو کے معدودِ چند افسانہ نگاروں نے پریم چند کے اسلوب کا تتبع کیا ہے، چھوٹے چھوٹے، سہل جملے جو اپنی معنویت کو اپنی حدوں سے باہر نکلنے نہیں دیتے، شاذ و نادر ہی کسی نے طویل اور مرکب جملوں کے ذریعے افسانے کا لسانی سٹرکچر تعمیر کیا ہو- یہ لسانی اسلوب معین حالتوں کے لئے موزوں ہے لیکن پیچیدہ جذباتی اور نفسیاتی حالتوں کی رپورٹنگ میں خاطر خواہ نتائج نہ پیدا کر سکے- چنانچہ نئے افسانے کی تشکیل کیلئے زبان کا نیا پیرا دریافت کرنے کی ضرورت ہے، نئی نئی تراکیب اور الفاظ وضع کرنا بھی اتنا ہی لازمی ہے کیونکہ افسانے کا مروجہ لسانی اسلوب اپنا معنوی امکان کھو چکا ہے-

نئے افسانے کی تشکیل میں اس کی تنقید کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، نئے افسانے

Scanned with CamScanner

کی تنقید اور تشریح کے لئے بھی نئی تنقیدی زبان کی ضرورت ہے- آج سے چالیس پچاس برس پہلے اردو افسانے کی تنقید کے لئے جو زبان اور اصطلاحات استعمال کی جاتی تھیں وہ ناکارہ ہو چکی ہیں، نئی صورتحال کی وضاحت کے لئے نئے اسلوب کی ضرورت ہے کیونکہ تنقید میں اصطلاح سازی ایک حد تک نئے تصورات کی تشکیل کا عمل ہے- جب یہ کہا جاتا ہے کہ اردو میں نئے افسانے کی روایت کا آغاز ہو چکا ہے تو ہمیں اس تصور کی صراحت کے لئے ایسی اصطلاحات اور زبان کی ضرورت ہوگی جو بیک وقت سمجھا بھی جا سکے اور نئے تصورات کی حد بندی کا فریضہ بھی ادا کر سکیں-

ایک صنف ادب کے مطالعے میں دوسری اصناف ادب کا مطالعہ بھی ضروری ہے یہ جاننے کے لئے کہ کیا وہ دوسری اصناف سے ہم آہنگ ہے اور ایک سوچ دوسری سوچ سے کتنے فاصلے پر ہے اور ہر دو ادبی روایت کی کس حد تک وارث ہیں۔ مثال کے طور پر اردو غزل اور افسانے کے متوازی سفر ایک ہی عہد میں موجود دو ذہنی رویوں کے مطالعے سے روایت کے حوالے سے بعض نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اردو میں نئے افسانے کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر لکھے گئے افسانوں کو بھی نظر انداز کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ ادب کی قدر و قیمت کے تعین میں تقابلی مطالعہ ضروری ہوتا ہے' اس نقطے کو اردو افسانے کی تنقید میں مدنظر نہیں رکھا گیا۔ ابھی تک افسانے پر تنقید کا دائرہ افسانے کی کہانی کا بیان اور اس کے کرداروں کی وضاحت یا کبھی کبھار ان کی تحلیل نفسی تک محدود رہا ہے۔ مصنف کی سائیکی افسانے کی معنوی تشکیل' اس کے سٹرکچر' اس کے لسانی لب و لہجہ اور اس کے کلچرل رابطوں پر بات چیت کی ضرورت ہے۔ افسانہ نویس افسانہ لکھ کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اس کی معنویت کو قاری اور نقاد explore کرتے ہیں۔ ادب میں تجربات کے استحکام کے لئے اس کے نظریاتی back up کی ضرورت ہوتی ہے۔ اردو میں افسانے

Scanned with CamScanner

کی نظری فارمولیشن اور وہ مباحث ناپید ہیں جو نئے تجربات کی وضاحت کے لیے انہیں قابل قبول بناتے ہیں۔ اردو ادب ذہنی رجعت کا اسیر رہا ہے اور یہ مسلمات سے سرمو انحراف کو قبول کرنے کا رجحان نہیں رکھتا۔ جو کچھ بھی اس کی روایت سے باہر نظر آتا ہے اس کی تردید کے لئے پیہم آمادہ رہتا ہے اس کی ایک واضح مثال ۱۹۶۰ کے بعد کا افسانہ ہے جس کے خلاف یہی واویلا ہوا کہ یہ ناقابل فہم ہے اس میں کہانی کا عنصر نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس ردعمل کی بڑی وجہ افسانے میں حقیقت پسندی کے اسلوب سے انحراف تھا۔ نئے افسانے پر تنقید کے انہیں معیاروں کو استعمال کیا گیا جو روایتی اور حقیقت پسندی کے لئے مختص تھے۔ مثال کے طور پر مروجہ افسانے میں پلاٹ کی تعمیر کا عمل منطقی ہوتا ہے' افسانے کو ایک نقطے سے شروع ہو کر ایک نقطے عروج پر ختم ہونا ہے اس کے برعکس نئے افسانے میں یعنی وہ افسانہ جس میں پلاٹ کو مرکزیت نہیں دی جاتی اس میں منطقی ربط کو تلاش کرنا عبث ہے۔ ہر نئے تجربے میں اس کے پرکھ کے معیار شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ نئے افسانے کی تحسین کے لئے نئے تنقیدی معیار اور اصول وضع کرنے ضروری ہیں۔

افسانے کی عملی تنقید

اردو افسانے پر عملی تنقید بہت کم ہوئی ہے' اس کے جو تھوڑے بہت نمونے دستیاب ہیں ان میں افسانوں کے خلاصے بیان کئے گئے ہیں یا کرداروں کی وضاحت پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تنقید کے دو حصے ہیں' ایک تصوراتی' جس میں تنقید کا اصول یا اس کی بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ تنقید کا دوسرا حصہ عملی تنقید ہے جس میں تنقیدی تصور کی تائید یا تردید کے لئے افسانہ یا کسی اور تخلیق کو مواد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی غایت تخلیق کے حصے بخرے کر کے اسے پھر جوڑنا ہوتا ہے یہ جاننے کے لئے متن میں تجربے کی تشکیل

Scanned with CamScanner

کس طرح معنی تعمیر کرتی ہے۔ اردو افسانے کی عملی تنقید میں ممتاز شیریں اور افتخار جالب کے مضامین افسانے کے فن پر گہری بصیرت کے حامل ہیں۔ خصوصا افتخار جالب نے منٹو کے افسانوں کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے لسانی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اردو افسانے کی تنقید میں نئے افسانے کی فنی جہتوں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ دستیاب نہیں ہیں تو پھر پرانی تنقیدی لغت کو اوور ہال کیا جا سکتا ہے۔

افسانے میں narration یا بیان اس کے متن میں اترنے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ تمام داستانوں، کہانیوں اور ناولوں کی بنیاد بیان پر ہوتی ہے جسے عمومی لغت میں قصہ گوئی کہا جاتا ہے۔ جدید مغربی تنقید میں بیان کی خصوصیات جاننے کے لئے narratology کا تصور پیش کیا گیا ہے جو بیان کے تمام فنی پہلوؤں کا جائزہ لیتی ہوئی لسانیات linguistics کے میدان میں جا نکلتی ہے۔ کہانی پرانی ہو یا نئی یہ ''اوورل'' اور تحریری عمل کا امتزاج ہوتی ہے۔ کہانی بیان کے ذریعے کس طرح افسانہ بنتی ہے۔ یہ جاننے کے لئے اس کے deconstruct کئے ہوئے اجزا بحال کرنے کی غایت یہ جاننا ہے کہ اس کا کون سا ایسا مرکزی نقطہ ہے جس سے اس کے دوسرے اجزا معنی کی تشکیل کرتے ہیں۔

افسانے کی جدید تنقید میں بہت سے ایسے تصورات ہیں (شعور کی رو، خود کلامی، زبان کا binary استعمال، کہانی کے ذریعے معنی آفرینی وغیرہ) جنہیں اردو افسانے کی تنقید میں درآمد کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ان کے بغیر عملی تنقید کا عمل ادھورا رہ جاتا ہے۔ افسانے کے متن میں جو کچھ بکھرا ہوتا ہے اسے ایک جگہ پر مربوط کرنا ہوتا ہے۔ نئے افسانے کی شناخت، اس کی تشکیل اور فروغ کے لئے نئی تنقیدی اصطلاحوں کو وضع کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ نئی تنقیدی اصطلاحیں نئے تصورات کو جنم دیتی ہیں۔ نئی افسانوی

Scanned with CamScanner

تنقید کے ذریعے اس کے تصور کی وضاحت کی جانی ممکن ہے۔

شعور کی رو، خود کلامی اور مکالمہ نئے افسانے کی وہ تکنیکیں ہیں جو عام طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ شعور کی رو کی غایت افسانے کو بیان محض کی قید سے رہا کرنا ہے۔ شعور کی رو کی اصطلاح ولیم جیمز نے وضع کی تھی۔ اس کے مطابق شعور جامد یا معین حالت نہیں ہے، یہ پیہم حرکت میں رہتا ہے، یہ خیالات کے تسلسل، امیجز، تلازمات اور یادوں کے ذریعے اپنی توسیع کرتا ہے۔ ذہن کی اس کارکردگی کو شعور کی رو کہنے کی بجائے تحت الشعور کی رو کہنا زیادہ مناسب ہے۔ شعور فرد کا سینسر بھی ہے۔ وہ یادیں، تصویریں اور احساسات جو تحت الشعور سے شعور کی طرف جاتے ہیں، ان کا کچھ حصہ جو پیچھے رہ جاتا ہے وہ ذہن کے تلازماتی عمل کے دوران تخلیق کا حصہ بن جاتا ہے۔ ایک احساس دوسرے احساس کو جنم دیتا ہے، ایک تصویر دوسری تصویر کو جنم دیتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جن تحریروں میں تحت الشعور کی رو کی تکنیک استعمال کی گئی ہو ان میں کوئی منطقی ربط ہو۔ سریلسٹ مصوروں کی تصویریں اور سریلسٹ شاعروں کی منظومات اس تکنیک کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شعور منطقی ہوتا ہے جو اشیا کا ایک ہی رخ دکھاتا ہے چنانچہ وہ اپنے تحت الشعور اور لاشعور تک رسائی حاصل کرنے کے لئے LSD اور دوسری منشیات بھی استعمال کرتے ہیں جن سے ان کا ویژن بدل جاتا ہے۔ اردو کے چند ایک افسانہ نگاروں نے بھی تحت الشعور کی تکنیک کو استعمال کیا ہے۔ منٹو کے افسانے پھندنے، باردہ شمالی اس کی کامیاب مثالیں ہیں۔ جن افسانوں میں تحت الشعور کی تکنیک استعمال کی جاتی ہے ان کا فارمیٹ بھی افسانے کی عام ڈگر سے ہٹا ہوتا ہے۔ اینٹی افسانے کی تحریر میں اس روش کو بہت استعمال کیا گیا ہے۔

نئے افسانے کی تحریر میں خود کلامی کی تکنیک کو بھی کافی استعمال کیا گیا ہے خود

Scanned with CamScanner

کلامی یا solilloquy کی ابتدا یونانی ڈراموں سے ہوئی تھی۔ شکسپیر کے ڈرامہ ہملٹ کی خودکلامیوں کو بیان کی معراج کہا جاتا ہے۔ خودکلامی ایک خطاب ہے جس میں مخاطب خود اس کی ذات ہوتی ہے۔ وہ اپنی بات کہا اپنے حوالے سے دوسروں کو سنا رہا ہوتا ہے۔ اردو میں بھی بہت سے افسانہ نگاروں نے خودکلامی کو استعمال کیا ہے جو غیر معمولی رومانویت سے مملو ہیں۔ خودکلامی میں عام طور پر تحت الشعور کی تکنیک کو بھی استعمال میں لایا جاتا ہے۔

نئے افسانے کے تصور کے فروغ کے لئے فکشن کی تنقید کو ایسی تکنیکوں کو بھی زیر بحث لانا چاہیئے جو نئے شعور کی نشاندہی کر سکیں اور ایک ایسی ادبی فضا پیدا کریں جس میں افسانہ محض کہانی نہ ہو بلکہ ایک مکمل تجربہ ہو۔

Scanned with CamScanner

نیا مغربی افسانہ

دیو مالائی کہانیاں کسی ایک ذہن کے تخیل کا نتیجہ تھیں یا قدیم معاشروں کی اجتماعی سوچ کی پیداوار تھیں؟ اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا- ان کا خالق کوئی بھی ہو ہر زبان اور ہر تہذیب کا ابتدائی ادبی سرمایہ ان پر مشتمل ہے- ہر تہذیب میں دیو مالائی کہانیوں کی تشکیل کا عمل یکساں طور پر جاری رہا ہے- یہ کہانیاں خواہ ہندوستان کی ہوں یا یونان کی، ان تمام کا اسلوب ایک دسرے سے مماثل ہے- ارنسٹ کیریئر کے نزدیک یہ ذہن انسانی کے علامتی اشکال کی مظہر ہیں- مختلف تہذیبوں کی دیو مالاؤں کے تقابلی مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قدیم انسانوں کا ذہن، جغرافیائی بعد کے باوجود، ایک ہی طرح سوچتا تھا- اس لئے مختلف خطوں کی دیو مالاؤں میں سوچ کا انداز کافی حد تک مماثل ہے، تمام کائنات میں، دنیا اور انسان کی آفرینش کے عمل کو بیان کیا گیا ہے، نا قابل فہم مظاہر کو انسان صفت دیوتاؤں اور دیویوں میں مجسم کر کے انسان اور کائنات کو مربوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے، نامعلوم کو سپرل نیچرل حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے- دیو مالائی کہانیوں کے بعد فوک لور، مذہبی کہانیوں اور ایپک کا دور یکساں طور پر ہر زبان کے ابتدائی سرمائے میں نظر آتا ہے- ایسی کہانیوں اور قصوں کا تعلق ''اورل روایت'' سے ہے جو نسل در نسل اور عہد در عہد سفر کرتی رہی ہیں- تحریری نثری کہانیوں کا

Scanned with CamScanner

دور گذشتہ دو ڈھائی سو سال سے شروع ہوتا ہے لیکن افسانے کی عمر اس سے بھی قلیل ہے۔ قدیم داستانوں یا کہانیوں میں زیادہ زور واقعات کے بیان پر دیا جاتا ہے، واقعہ اور کردار کو داخلی طور پر ایک دوسرے سے مربوط کرنے کا رواج نہیں تھا۔

تمام ترقی یافتہ زبانوں میں مختصر افسانے کا آغاز انیسویں صدی کے آخر میں ہوتا ہے، یوں کہنے کو تو پشکن نے اٹھارویں صدی میں دلچسپ افسانے لکھے تھے اور پھر لرمنٹوف اور گوگول نے بھی افسانہ نما کہانیاں تحریر کی تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مصنفوں میں سے کوئی شاعر تھا اور کوئی ناول نویس، ان میں سے کسی نے بھی افسانہ نویسی کو مکمل طور پر اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا، پشکن لرمنٹوف اور گوگول کے افسانوں میں داستانوں اور قصہ گوئی کا عنصر زیادہ نمایاں ہے، ان میں اطناب کی بجائے طوالت کا رجحان ہے۔ مختصر افسانے کی تاریخ میں دوستوفسکی، چیخوف، موپساں، ایڈگر ایلن پو اور او ہنری کے افسانوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بیسویں صدی کے مغربی افسانے میں تھوڑے بہت ہیر پھیر کے بعد ان مصنفین کے افسانوں کو ماڈل بنایا گیا ہے۔ دوستوفسکی کے افسانے زندگی کے جدید شعور اور انسانی شخصیت کے مطالعے کے لئے مشہور ہیں، چیخوف کے افسانے زندگی کی ''ہو بہو عکاسی'' اختصار اور فنی چابکدستی کی اعلیٰ مثال تصور کئے جاتے ہیں۔ موپساں کے افسانے انسانی نفسیات، انسان کی لاشعوری زندگی کی عکاسی اور اعلیٰ فنی مہارت کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔

بیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے مغربی افسانے میں ریلسٹ اسلوب اپنی انتہا تک پہنچ چکا تھا، چیکوف، موپساں، ایڈگر ایلن یو او ہنری نے مختلف افسانہ کو اپنے اظہار کا بنیادی ذریعہ بنایا تھا۔ بیسویں صدی میں مختلف افسانے کی حیثیت ثانوی ہو گئی تھی، تمام اہم افسانہ نگار بنیادی طور پر ناول نگار تھے اور مختصر افسانہ ان کے ناولوں کی By

Scanned with CamScanner

product تھا- تاہم بیسویں صدی کی ابتدائی تین دہائیاں افسانے میں تجربات کے اعتبار سے کافی زرخیز ثابت ہوئیں، اسی زمانے میں شاعری اور مصوری میں سریلزم، دادا ازم اور اس طرح کی بہت سی ادبی تحریکیں رونما ہوئی تھیں جنھوں نے ادب کی دوسری اصناف کی طرح افسانے کو بھی متاثر کیا- مغربی افسانے میں تغیر کا اولین نقش جیمز جوائس کے افسانوی مجموعہ Dubliner اور فرانز کافکا کے افسانوں میں ملتا ہے- جوائس کے افسانوں میں تغیر کا اسلوب شعور کی رو سے مرتب ہوتا ہے، وہ کرداروں کے ذہنی عمل اور نفسیاتی حالت کو ایک واقعہ کے طور پر پیش کر کے افسانے کے داخلی اور خارجی سٹرکچر کو مربوط کرتا ہے- جوائس کے افسانے اس کے شہرۂ آفاق تجرباتی ناول ''یولیسس'' کے رعب اور شہرت میں دب کر رہ گئے- بیسویں صدی میں افسانے میں بنیادی تغیر کافکا کے افسانوں سے ہوتا ہے، کافکا بنیادی طور پر ناول نگار تھا لیکن دو یا تین افسانوی مجموعے اس سے یادگار ہیں- اس کے ناولوں اور افسانوں میں اس کا اسلوب یکساں ہے- کافکا کے سارے افسانے شاہکار نہیں ہیں' افسانے کی نئی بنیادوں کے حوالے سے اس کے سب سے مشہور افسانہ کایا کلپ Metamorphosis پر کافی بحث و تمحیص ہوئی ہے، کافکا نے اپنے افسانوں میں جن موضوعات کا احاطہ کیا ہے ان کا تعلق جزوی طور پر یورپ کی صنعتی سوسائٹی کی جفاجوئی سے ہے، ان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کافکا نے یہودی مذہب کے قصوں اور تعلیمات کو اس طرح اپنے افسانوں میں مشخص کیا ہے کہ انہیں کافی عرق ریزی کے بعد دریافت کیا جا سکتا ہے، قسمت، امید، مایوسی، آزادی، انسانی اخلاق کی شکست و ریخت اس کے افسانوں کے بنیادی موضوعات ہیں- نئے افسانے کی بحث میں کافکا کا اسلوب اس کے مافیہ پر حاوی ہے- کافکا نے سب سے پہلے ریلسٹ افسانے میں بین السطور افسانے کا دوہرا اسٹرکچر تیار کر کے اس کی معنویت کو علامتوں کے

Scanned with CamScanner

سپرد کیا، اس نے نیچرل اور سپر نیچرل، خواب اور حقیقت کے امتزاج سے افسانے کی ایسی فضا تعمیر کی جس میں معنی کی تشکیل کا عمل افسانے کے اختتام سے شروع ہوتا ہے- اس کے علاوہ اس نے ریلسٹ افسانے کی مروجہ تثلیث/ آغاز/ وسط/ انجام کو بھی ترک کر کے افسانے کے سٹرکچر کو اپنی موجِ خیال کے تابع کیا- اس کے افسانے کی حقیقت اور عدم حقیقت کے درمیان سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں- کافکا کے افسانوں کا اثر بین الاقوامی تھا، ہر اہم زبان کے افسانہ نگاروں نے براہ راست یا بالواسطہ طور پر کافکا کے افسانوں کا اثر قبول کیا- کافکا کے افسانوں کی مقبولیت کی ایک وجہ ریلسٹ افسانے کے خلاف ایک ردعمل تھا جس میں خارجی تفاصیل کو افسانے کے بنیادی تجربہ پر اتنا مسلط کیا جاتا کہ افسانہ ایک معروضی حقائق کی رپورٹنگ بن گیا تھا- کافکا کے افسانے ایک نئے معنوی امکان کا قرینہ تھے جو زبان کے زیادہ آزادانہ استعمال کا موقع فراہم کرتے تھے- یہ انسانی شعور، تحت الشعور اور لاشعور کو اس طرح ایک دوسرے سے متصل کرتے ہیں کہ اس کے کرداروں کی شخصیت کی ساری پرتیں ایک مکیت کے ساتھ نمایاں ہوتی تھیں-

کافکا نے اگرچہ افسانہ کے بنیادی سٹرکچر میں ترمیم کی، اس کی فضا میں حقیقت اور خواب کا امتزاج کیا لیکن اس کے باوجود اس نے افسانے کی خارجی سطح کو ریلسٹ اسلوب کے نزدیک رکھ کر اس کی علامتی تشریح کا قرینہ پیدا کیا- کافکا کی شہرت اس کی وفات کے بعد یورپ میں پھیلنی شروع ہوئی، دوسری جنگِ عظیم کے دوران کافکا کا ہنر اہلِ یورپ نے دریافت کر لیا تھا، اس کے افسانے پر اہم زبان میں ترجمہ ہوئے اور مختلف زبان کے افسانہ نویسوں پر کافکا کے اسلوب کے اثرات شناخت کئے جا سکتے ہیں- ادھر انگلستان میں سمرسٹ مام بھی دھڑا دھڑ افسانے لکھ رہا تھا، اس کے افسانے اس کے ناولوں کی نسبت زیادہ شہرت یافتہ ہیں، یہ ریلسٹ اسلوب میں واقعاتی افسانے ہیں جو

Scanned with CamScanner

بعض اوقات لطف دیتے ہیں لیکن زندگی کے بڑے مسائل سے عموماً دور رہتے ہیں، ان کا اسلوب بھی روائتی ہے۔

کافکا کے افسانوں کے بعد مغربی یورپ کی افسانوی روایت میں وجودی مصنفین نے بھی افسانے کی طرف ایک حد تک توجہ دی۔ وجودی فکشن نگاروں میں آندرے مالرو، سارتر اور کامیو کے نام پیش پیش ہیں۔ مالرو نے صرف ناول اور آرٹ کی تنقید لکھی ہے۔ سارتر اور کامیو نے تمام نثری اصناف کو ذریعہ اظہار بنایا ہے، دونوں نے زیادہ توجہ ناول، ڈرامہ اور مضمون نویسی کی طرف دی ہے۔ تاہم دونوں مصنفین سے مختصر افسانوں کے دو مجموعے یادگار ہیں۔ موضوعاتی اختلاف سے قطع نظر سارتر اور کامیو دونوں مختصر افسانے کا سٹرکچر واقعات کی بجائے تصور پر تعمیر کرتے ہیں، وہ افسانے کو واقعاتی سطح پر ختم کرنے کی بجائے اس کے بین السطور تصور کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ انہوں نے بھی کہیں کہیں مظہریاتی اسلوب کو بھی استعمال کیا ہے، اور داخلی کیفیات کی رپورٹنگ خارجی واقعات کے طور پر کی ہے، اسطرح ان کے کرداروں کی داخلیت اور خارجیت ان کے ذہنی عمل کا ایک مربوط سلسلہ دکھائی دیتی ہیں۔ سارتر اور کامیو اپنے افسانے کا بنیادی سٹرکچر ایک ریلسٹ افسانہ نگاروں کی طرح تیار کرتے ہوئے افسانے کے واقعاتی بیان سے گریز کر جاتے ہیں۔

نئے مغربی فکشن کی روایت میں نتالی ساروت، آلان راب گریئے، مثیل بوتیئر، مارسل ایمے کا نام تجربات کی سطح پر اہم ہیں۔ نتالی ساروت اور مثیل بوتیئر نے افسانوں کی بجائے تجرباتی ناول لکھے ہیں، دونوں اینٹی ناول کے اسلوب کے لئے مشہور ہیں، دونوں نے مظہریاتی اسلوب کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے، مثیل بوتیئر نے جوائس کی طرح دیومالا کو نئے قالب میں عہد جدید کی کہانی کے طور پر لکھنے کا تجربہ بھی کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

دوسری جنگِ عظیم کے خاتمے تک مجموعی طور پر جو تغیرات مغربی افسانے بھی رونما ہوئے ہیں، ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ افسانے کے کرداری اور واقعاتی سٹرکچر کی شکست وریخت

۲۔ واقعات کے معروضی بیان کی بجائے انہیں ذہنی یا جذباتی حالت کے حوالے سے پیش کرنا۔

۳۔ افسانے میں حقیقت اور خواب کا امتزاج

۴۔ ذہنی کیفیات کی رپورٹنگ کے ذریعے افسانے کی تشکیل

۵۔ افسانے میں قدیم اساطیر کی شرحِ نو کرنا

۶۔ شعور کی رو کے ذریعے فضابندی

۷۔ افسانے میں کہنی کے عنصر کی تخفیف (اینٹی سٹوری)

بیسویں صدی کے افسانے میں بورخیس کا ذکر بھی ضروری ہے، مغربی دارالخلافوں کی چکاچوند فضا سے دور لاطینی امریکہ کا یہ مصنف کمال خاموشی کے ساتھ کافی دیر سے نئی طرح کے افسانے لکھ رہا تھا۔ انگریزی خواں طبقے نے اسے ۱۹۵۰ء کی دہائی میں مکمل طور پر دریافت کیا۔

بورخیس افسانہ نگار ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا۔ اس کے نصف درجن کے قریب افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ بورخیس کے افسانوں میں تصور اور تخیل کا عنصر غالب ہے، اس کے اکثر افسانے تصور وقت کے بارے میں ہیں جو اس کے نزدیک ایک مدور عمل ہے جس میں انسان اور واقعات بار بار ایک دوسرے سے روبرو ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے افسانوں میں مشرقی اساطیر اور تاریخی واقعات کو بھی موضوع بنایا ہے، ارجنٹائن کے لوک قصوں سے بھی افسانے تیار کئے ہیں، ماضی اور تخیل سے ملی جلی فضا اس کے

Scanned with CamScanner

افسانوں میں ملتی ہے۔ بورخیس افسانے میں بے حد اختصار سے کام لیتا ہے اور اس کا لسانی اسلوب اسی مناسبت سے ایک استاد فنکار کی تحریر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے افسانوں میں کہیں کہیں کافکا کے اسلوب کا اثر بھی دکھائی دیتا ہے۔ بورخیس کا شعور بیک حال اور ماضی میں سفر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن عجب اتفاق ہے کہ بورخیس نے اپنے ملک کی معاصر صورت حال پر افسانے لکھنے سے گریز کیا ہے۔ بورخیس کے افسانوں کا رنگ و آہنگ مغربی یورپ کے افسانے سے بے حد مختلف ہے۔

مغربی یورپ میں نئے افسانہ کی روایت میں آلان راب گریئے کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ وہ بھی بنیادی طور پر ناول نگار ہے، اس کے افسانوں کا صرف ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس کے ناولوں اور افسانوں میں پرسپشن اور افسانے کے تانے بانے کا ایک ہی انداز ہے۔

راب گریئے اینٹی کہانی کے مئویدوں میں سے ہے، اس کی رائے میں افسانے میں کہانی اور پھر کہانی کی روائتی تقسیم افسانے کے لئے ضروری نہیں ہے۔ افسانہ کسی طرح شروع ہوسکتا ہے اور یہ کہیں جا کر ختم ہوسکتا ہے۔ فکشن میں نئے اسلوب کی حمایت میں اس نے ایک کتابچہ Towards a new novel بھی تحریر کی ہے جس میں نے روایتی ناول کی مرگ کا اعلان کیا ہے۔ راب گریئے دانستہ طور پر کہانی کے عنصر کی نفی کر کے اشیاء کے بیان محض کے ذریعے ناول اور افسانے کا سٹرکچر تعمیر کرتا ہے۔ اس تکنیک میں گریئے کو اولیت حاصل نہیں ہے اس سے بہت پہلے نتالی ساروت اپنے ناولوں میں یہی تجربہ کر رہی تھی۔ راب گریئے نعرے بازی اور شوبزنس میں یقین رکھتا ہے۔ اس نے اینٹی کہانی کی تصور بندی کر کے فکشن میں نئے اسلوب کا سہرہ جلدی سے اپنے ماتھے پر باندھ لیا ہے۔ فکشن میں بھی راب گریئے سے پہلے ملتا ہے۔ جدید فلسفہ کی تاریخ میں مظہریات

Scanned with CamScanner

ادراک کلی ایک تھیوری ہے- گذشتہ صدی میں ہیگل کی کتاب ''روح کی مظہریات'' کے حوالے سے ایک فلسفیانہ تصور کے طور پر نمودار ہوئی، اس تصور کی کئی ایک وضاحتیں کی جاتی ہیں- ہیگل کے نزدیک یہ شعور ذات کی تکمیل کے عمل میں حواس کے ذریعے اشیاء کا ادراک ہے- مظہریات فی الحقیقت خارجی دنیا اور اشیاء کے پرسیپشن کا ایک اسلوب ہے جس کے مطابق اشیاء کی ماہیئت وہی ہے جو ہم اپنے حواس کے ذریعے حاصل کرتے ہیں- بیسویں صدی میں ہسرل نے مظہریات کی توضیح ایک فلسفیانہ فکر کے طور پر کی- اس کے نزدیک اشیاء جس طرح ادراک کے عمل میں حواس پر منکشف ہوتی ہیں وہ مزید علم کا ذریعہ بن سکتی ہیں- اس تصور کی وضاحت میں ہسرل لکھتا ہے کہ ہمیں اشیاء کی ماہیئت کے لئے صرف اشیاء کی جانب لوٹنا ہے اور ان کے بارے میں جتنے ما قابل وجود تصورات ہیں انہیں ختم کرنا ضروری ہے، وہ اس ضمن میں ''ارادیت'' کا ذکر بھی کرتا ہے کہ ہمارا تصور کسی نہ کسی شئے کی طرف Directed ہوتا ہے جس باعث اس کی ماہیئت کا وقوف ہوتا ہے، ہسرل کی باتیں نصافی اور کتابی ہی رہتی ہیں- فکشن نگاروں نے افسانے یا ناول کے بیان میں مظہریاتی اسلوب کے ذریعے فکشن کی رنگت بدلنے کی کوشش ہے، انہوں نے داخلی کوائف کی رپورٹنگ اس طرح کی ہے کہ ان کی داخلیت ایک مظہر کے طور پر نمایاں ہوتی ہے جو ان کی فوری توجہ کا مرکز بن جاتی ہے- وہ شئے کی شیئت اور موضوع کی ''موضوعیت'' کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کے جملہ اوصاف اپنی معنویت کو کسی ماقبل وجود معنویت کے بغیر نمایاں کرتے ہیں- وہ شئے یا انسان کی پرسیپشن اس کی فوری موجودگی میں کرتے ہیں- افسانے کے نئے اسلوب کی تلاش میں راب گریئے نے کافی جتن کئے ہیں- اس کے تجربات پر کافی لے دے ہوئی ہے- راب گریئے کی فکشن پر تصور بندی بس ایسی ہی ہے لیکن اس کے ناول اور افسانے میں بعض نئی جہتوں کی نشاندہی

Scanned with CamScanner

کرتے ہیں- راب گریئے افسانے کے لئے کہانی کے عنصر کو ضروری نہیں سمجھتا اس کے نزدیک حقیقت کے ادراک اور اشیاء کی ماہیت کے وقوف کے لئے کہانی کے ذریعے دریافت کا عمل غیر ضروری ہے- اور یہی وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے مروجہ فکشن سے علیحدگی اختیار کی جا سکتی ہے- راب گریئے افسانے یا ناول میں افہام کے عنصر کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، اس کے استدلال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قاری کو فکشن کے افہام کے لئے کوشش کرنی چاہیئے- راب گریئے کے ناول اور اس کے افسانے (Snapshot کے نام سے انگریزی میں ترجمہ ہوئے ہیں) کہانی کے روائتی عنصر سے محروم ہیں، ان میں ابتداء، وسط اور انجام کی منطق نہیں ملتی، وہ کسی بھی نقطے سے افسانے کا آغاز کرتا ہے اور کسی ایک خاص لفظ پر اس کا انجام کرتا ہے- اس اسلوب سے گریئے کے تمام تر انکار کے باوجود افسانے میں کہانی کا تاثر قائم کیا جا سکتا ہے- گریئے اپنی فکشن میں خواہ وہ افسانہ ہو یا ناول، جزئیات کی رپورٹنگ کا اسلوب اختیار کرتا ہے، وہ اسی مناسبت سے لسانی لہجہ بناتا ہے، اس کی نثر غیر آرائشی یک سطحی لیکن دلچسپ ہے- وہ تشبیہہ استعارے یا اس قسم کے دوسرے لوازم کو استعمال کرنے کی بجائے اشیاء یا اپنے موضوع کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ ان کی ٹھوس جسمیت ایک دوسری تجرید کی طرف اشارہ کرتی ہے آلان راب گریئے کی ایک کہانی قابل غور ہے۔

منظر

جونہی پردہ اٹھتا ہے جو چیز سب سے پہلے ہال میں دکھائی دیتی ہے---وہ سرخ مخمل کے پردے ہیں جو آہستہ آہستہ علیحدہ ہو رہے ہیں---پہلی چیز جو دیکھی جا

Scanned with CamScanner

سکتی ہے وہ ایک کردار کی پشت ہے جو روشن سٹیج کے عین وسط میں بیٹھا میز پر کام کر رہا ہے۔ وہ بالکل ساکت بیٹھا ہے، اس کی کہنیاں اور پیش بازوں میز پر ہیں، اس کا سر دائیں جانب مڑا ہوا ہے، قریباً پینتالیس درجے کے زاویے پر۔ لیکن یہ اس طرح نہیں ہے کہ اس کے خط و خال شناخت کیے جا سکیں، اس کی یک رخی شبیہہ کا صرف تاثر قائم کیا جا سکتا ہے: رخسار، جبڑے دکھائی نہیں دیتے، تاہم اس کردار کے بیٹھنے کے انداز سے ان کی پوزیشن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، بایاں ہاتھ منتشر کاغذوں پر پھیلا ہوا ہے، دوسرے ہاتھ میں فونٹین پین ہے جو لمحہ بھر کے لئے کسی سوچ میں نامکمل متن کے اوپر رکا ہوا ہے۔ دوسری طرف دبیز کتابوں کے لئے ترتیب ڈھیر لگے ہوئے ہیں جو شکل وضع قطع سے لغتوں سے ملتی جلتی ہیں، جو بے شک غیر ملکی زبان میں ہیں---- یہ غالباً کلاسیکی ہیں۔ دائیں طرف مڑا ہوا سر بالکل سیدھا ہے۔ اس کی نگاہیں کتابوں اور غیر مکمل جملوں سے ہٹی ہوئی ہیں، یہ کمرے کے دوسرے کنارے پر مرکوز ہیں جہاں سرخ رنگ کی مخمل کے دبیز پردے ایک کشادہ دریچے کو چھت سے فرش تک چھپائے ہوئے ہیں۔ پردوں کی شکنیں عمودی اور مسلسل ہیں جو ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں، انہیں اس طرح سنوارا گیا ہے کہ ان کے درمیان گہرے تاریک خلا ہیں۔

کمرے کے دوسرے حصے سے شور بلند ہوتا ہے جو توجہ کو اس طرف مبذول کرتا ہے۔ کوئی ایک لکڑی کے تختے پر اتنی زور اور تواتر سے دستک دیتا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کم سے کم دو مرتبہ دستک سنائی دی گئی ہے۔

اس کے باوجود یہ کردار خاموش اور ساکت ہے، وہ اپنے جسم کے بالائی حصے کو حرکت دیئے بغیر اپنا سر آہستہ آہستہ دائیں جانب موڑتا ہے اس کی نگاہ اس ساری دیوار پر پھیل جاتی ہے جو اس وسیع کمرے کا انتہائی حصہ ہے۔ ایک ننگی دیوار جو کسی زیبائش کے

Scanned with CamScanner

بغیر ہے، لیکن جس پر دریچے کے سرخ پردوں سے بند دراوزے تک گہرے رنگ کے پینل لگے ہوئے ہیں- یہ دروازہ عام سا ہے بلکہ قامت میں چھوٹا ہے- دستک پھر گونجی ہے اور اس کی نگاہ وہیں رک جاتی ہے، یہ اتنی شدید ہے کہ چوبی پینل کانپنے لگتے ہیں-

رخ بدلنے کے باوجود فرنیچر دکھائی نہیں دیتا- درحقیقت ۹۰ درجے کی مدور حرکت کے بعد سر اپنی اصل جگہ پر آ کر اس مدار سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے جو کمرہ، کرسی اور میز میں مشترک ہے- یک رخی شبیہہ کا تاثر قائم ہوتا ہے: دوسرا رخسار، دوسری کنپٹی، دوسرا کان وغیرہ-

ایک مرتبہ پھر دستک سنائی دیتی ہے لیکن جو آخری التجا کی طرح مدہم، جیسے مایوسی میں کی گئی ہو یا پھر نیا نیا سکون ملنے کے بعد کی گئی ہو یا پھر جس میں کمی ہو یا یہ کسی طرح کی بھی ہو سکتی ہے- کچھ لمحوں کے بعد قدموں کی بھاری چاپ سنائی دیتی ہے جو آہستہ آہستہ لمبی کاریڈور کی دوسری جانب مدہم ہو جاتی ہے-

یہ کردار دائیں جانب سرخ پردوں کی طرف اپنا سر موڑتا ہے، وہ اپنے دانتوں سے سیٹی بجاتا ہے جو یقیناً موسیقی کی کوئی دھن ہے- کوئی ایک مقبول گیت یا نغمہ---لیکن جس کی شکل بڑی ہوئی ہے، وہ رک جاتا ہے اسے پہچاننا مشکل ہے-

پھر خاموش سکوت کے ایک لمحے بعد، وہ دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے- سر نیچے کی طرف جھکتا ہے، پشت دوہری ہو جاتی ہے- کرسی کی پشت پر ایک چوکور فریم لگا ہوا ہے جسے دو عمودی ڈنڈوں سے مکمل کیا گیا ہے جو ٹھوس لکڑی کو درمیان سے سہارا دیئے ہوئے ہیں، کے مصرعے کے چند ٹکڑے، جو پہلے سے زیادہ غیر مربوط ہیں، زیادہ مدہم لے میں دانتوں میں سے نکلتے ہوئے سنائی دیئے جا سکتے ہیں-

یہ کردار یک لخت دروازے کی طرف اپنا سر اٹھاتا ہے اور بالکل بے حس و

Scanned with CamScanner

حرکت رہتا ہے، اس کی گردا کڑی ہووی ہے- وہ چند لمحوں تک اسی طرح رہتا ہے-
آڈیٹوریم سے بالکل کوئی آواز نہیں سنائی دیتی-

یہ کردار محتاط طریقے سے کھڑا ہوتا ہے- اپنی کرسی اسی محتاط انداز سے کھینچتا ہے کہ فرش کے ساتھ نہ رگڑ کھائے، وہ خاموشی سے مخمل کے پردوں کی طرف جاتا ہے- وہ اپنے دایاں ہاتھ کو ایک طرف ذرا سی جنبش دیتا ہے اور باہر دروازے کی طرف (بائیں جانب) دیکھتا ہے- اس لمحے اس کی یک رخی شبیہہ بائیں جانب سے پہچانی جا سکتی ہے بشرطیکہ یہ سرخ کپڑے سے چھپی نہ ہوتی جو اس نے ہاتھ سے پکڑ کر چہرے کے سامنے کیا ہوا ہے- دوسری جانب میز پر سفید منتشر کاغذ دیکھے جا سکتے ہیں-

وہ تعداد میں کافی ہیں اور جزوی طور پر ایک دوسرے کو ڈھانپ رہے ہیں- وہ کاغذ جو نیچے ہیں ان کے کنارے بڑے غیر مربوط انداز میں باہر نکلے ہوئے ہیں، وہ خوبصورت طرزِ تحریر میں لکھی گئی تنگ لائنوں کے نیچے چھپے ہوئے ہیں، جو سب سے اوپر ہے صرف اسے پوری طرح دیکھا جا سکتا ہے، یہ آدھا خالی ہے، یہ ایک آدھ سطر کے وسط پر ختم ہو جاتا ہے جو ایک نامکمل جملہ ہے اور جس کے آخری لفظ کے بعد کسی وقفے کا نشان ہے-

اس کاغذ کی دائیں جانب اس کے نیچے رکھے ہوئے کاغذ کا گوشہ باہر نکلا ہوا ہے- ایک بہت لمبی تکون جس کا نچلا حصہ صرف ایک انچ لمبا ہے اور جس کے اوپر کا حصہ میز کی دوسری طرف کافی دور تک نکلا ہوا ہے جہاں پر لغتیں رکھی ہوئی ہیں-

اس سے آگے دائیں جانب، اوپر کے حصے سے دور، ایک دوسرے کاغذ کا کونا آگے بڑھا ہوا ہے جو میز کی طرف اشارہ کر رہا ہے، یہ بھی تکونی شکل کا ہے بلکہ یہ ایک مربع کا نصف ہے جسے ترچھا کاٹا گیا ہے- دوسری تکون کے راس اور لغت کے درمیان میز کی

Scanned with CamScanner

چمکدار سطح پر مٹھی کے برابر ایک سفید چیز رکھی ہے، یہ پتھر کی بنی ہوئی ہے جسے کاٹ کر چمکدار بنایا گیا ہے اور جسے اندر سے کھوکھلا کر کے ایک بہت موٹے پیالے کی شکل دی گئی ہے، اس کی موٹائی اس کے کھوکھلے پن پر حاوی ہے، یہ مثلث کی شکل میں ہے اور اس کے خط و خال مدور ہیں- اس کھوکھلی چیز کی تہہ میں ایک سگریٹ راکھ میں بجھا ہوا ہے- اس کے ان جلے حصے پر لپ سٹک کے واضح نشان ہیں-

سٹیج پر موجود یہ کردار صحیح معنی میں ایک آدمی ہے، چھوٹے چھوٹے بال، جیکٹ اور پتلون- اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جائے تو وہ اب دروازے کی طرف منہ کئے کھڑا ہے- وہ ابھی تک آڈیٹوریم کی طرف پشت کئے ہوئے ہے- یوں لگتا ہے کہ جو کچھ دروازے کی دوسری جانگ ہو رہا ہے، ٹھیک ہے، وہ اسے سننے کی کوشش میں ہے-

لیکن آڈیٹوریم میں کوئی آواز سنائی نہیں دیتی- وہ پیچھے مڑے بغیر فٹ لائٹس کی طرف چلتا ہے اور دروازے کو بدستور دیکھتا رہتا ہے، جب وہ میز کے قریب پہنچتا ہے- وہ اپنا دایاں ہاتھ اس کے کنارے پر رکھ دیتا ہے اور.....

''اتنی جلدی نہیں'' اسے ایک آواز آڈیٹوریم میں سنائی دیتی ہے، یقیناً کوئی مائیکروفون میں بول رہا ہے کیونکہ حروف غیر معمولی بلند آہنگی سے گونج رہے ہیں-

یہ کردار وہیں رک جاتا ہے، آواز بدستور سنائی دیتی ہے-

''اتنی جلدی نہیں'' اس لمحے! دروازے کی طرف سے دوبارہ چلنا شروع کرو، چلنے سے پہلے ایک قدم پیچھے ہٹو---صرف ایک قدم---اور تم ہلے جلے بغیر پندرہ سے بیس سیکنڈ تک وہیں کھڑے رہو، پھر تم میز کی طرف ہٹتے جاؤ لیکن کافی آہستہ---''

یہ کردار ابھی تک پشت موڑے ہوئے دروازے کی طرف منہ کئے کھڑا ہے- اب ٹھیک ہے- یوں لگتا ہے کہ دروازے کی دوسری طرف کچھ ہو رہا ہے، وہ اسے سننے کی

Scanned with CamScanner

کوشش کرتا ہے- کوئی آواز آڈیٹوریم میں سنائی نہیں دیتی- یہ کردار پیچھے ہٹے بغیر ایک قدم پیچھے لیتا ہے، اور ساکت کھڑا رہتا ہے- کچھ لمحوں بعد وہ پیچھے کی طرف چلنے لگتا ہے، میز کی طرف جہاں اس کا کام اس کا منتظر ہے- وہ بہت چھوٹے چھوٹے بنے تلے خاموش قدم لیتا ہوا چلتا ہے لیکن دروازے کی طرف بدستور دیکھتا ہے اس کی حرکت مستقیمی اور رفتار یکساں ہے، اس کی ٹانگوں سے اوپر، جن کی حرکت بمشکل دیکھی جا سکتی ہے، اس کا سینہ، اس کے بازوؤں کی طرح ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے جو تھوڑے سے خم دار ہیں اور جسم سے ذرا دور ہیں-

جب وہ میز کے قریب پہنچتا، وہ دایاں ہاتھ اس کے کونے پر رکھتا ہے اور اس کی بائیں جانب آگے بڑھنے کے لئے اپنی سمت بدلتا ہے- اوپر کی جانب بڑھے ہوئے چوبی کناروں کے ساتھ چلتے ہوئے اس کی حرکت فٹ لائٹس کے مقابلے میں عمودی ہے، اور پھر اس گوشے پر پہنچنے کے بعد ان کے متوازی ہو جاتی ہے ..... اور وہ دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے اس کی کشادہ پشت کی وجہ سے اس کے سامنے پھیلے ہوئے کاغذ نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں-

وہ کاغذوں کی طرف دیکھتا ہے، پھر دریچے پر سرخ پردوں کی طرف دیکھتا ہے، پھر وہ باہر دروازے کی طرف دیکھتا ہے، اور پھر اس سمت دیکھتے ہوئے چار، پانچ لفظ بولتا ہے-

''اور اونچا'' آڈیٹوریم میں مائیکروفون بولتا ہے-

''یہاں، اسے لمحے میری زندگی ابھی'' سٹیج پر موجود کردار نارمل آواز میں کہتا ہے-

''اور اونچا'' مائیکروفون کہتا ہے-

Scanned with CamScanner

''اس لمحے میری زندگی، ابھی.... کردار میں اپنی آواز بلند کرتے ہوئے یہ دوہراتا ہے۔''

اور وہ دوبارہ اپنے کام میں ڈوب جاتا ہے۔

☆

''راب گرییے کے اس افسانے کی بنت غیر معمولی ہے، اس کے بیان کا انداز بھی غیر معمولی ہے اور اس نے کہیں بھی دانستہ طور پر معنی آفرینی کی کوشش نہیں کی۔ اس میں معنی کا اسلوب ریلسٹ یا علامتی افسانے کی نسبت مختلف ہے۔ افسانے کی نام نہاد کہانی ایک کردار کے گرد تیار کی گئی ہے۔ سٹیج پر ایک کردار ایک منظر کی عکاسی یا ڈرامے کے آغاز ہونے سے قبل ریہرسل کر رہا ہے، ایک گمنام شخص (جو ڈائریکٹر ہے) اس کی اداکاری کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس کی بعض غلط حرکات کی تصحیح کرتا ہے۔ اس میں نام نہاد کہانی کا عنصر صرف اتنا ہے کہ ایک شخص اپنے کام میں مصروف ہے، باہر سے کچھ آوازیں آتی ہیں۔ جنہیں وہ سننے کی کوشش کرتا ہے اور بس! البتہ ایک نامعلوم عورت اس منظر کے آغاز سے پہلے کمرے میں آتی ہے اس کی لپ سٹک کے نشان سگریٹ پر موجود ہیں۔ راب گرییے کا کردار افسانے میں صرف ایک آدھ جملہ ادا کرتا ہے، اس کی اندرونی کشمکش، کام میں انہماک، دروازے کی دوسری طرف آوازوں کو جاننے کی خواہش ہے، کو راب گرییے کمرے میں اشیاء کے بے حد تفصیلی بیان سے افسانے کی فضا بندی کرتا ہے۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ لفظوں کے ذریعے ایک جیومیٹریکل ڈیزائن تیار کر رہا ہے، کردار کی چھوٹی چھوٹی حرکات کی تفصیل لکھ رہا ہے لیکن اس کے بین السطور معنی کا سٹرکچر بھی تیار کر رہا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زندگی ایک سٹیج ہے جس پر انسان کے افعال اور عوامل کسی اور کے اختیار میں ہیں اور انسان ایک کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں ہے۔ اس افسانے میں اور

Scanned with CamScanner

دوسری تحریروں میں راب گریئے اسلوب ایک سوچے سمجھے منصوبے کا نتیجہ ہے، الفاظ کو ان کے لغوی معنی میں استعمال کیا گیا ہے، تشبیہوں اور تمثیلوں سے گریز کیا گیا ہے، ایک براہ راست اسلوب بروئے کار لایا گیا ہے کہ وہ اشیاء جو شعور کا موضوع ہیں- ان کی شیئت کو انفرادی طور پر اجاگر کیا جائے، یہاں تک تو راب گریئے مظہریت کے انداز کو استعمال کرتا ہے لیکن اپنے کردار کی جزئیات کو اس کے خارجی متعلقات کے ذریعے مرتب کرتا ہے، اسی طرح وہ ہر شئے کی وضاحت اس کے سیاق وسباق کے حوالے سے کرتا ہے-

اس طرح سارا منظر بڑی باریک وضاحت سے قاری تک منتقل ہوتا ہے اور افسانے کا تمام دارومدار پرسپشن اور بصارت پر ہوتا ہے- فکشن کا یہ اسلوب قلم کے سناریو لکھنے کی تکنیک ہے جس میں سارے عمل کو جزئیات کے ذریعے پابند کیا جاتا ہے- یہ تکنیک بعض اوقات مختصر تحریروں میں معنی کا نیا اسلوب پیدا کرتی ہے لیکن اس میں طویل تحریر اور فلسفیانہ متن کے سنبھالنے کی ہمت نہیں ہوتی - رپورٹنگ کے ذریعے افسانے یا ناول کی تکنیک اکثر اوقات اکتاہٹ کا باعث بھی ہوتی ہے کہ اس میں انسانی عنصر کم سے کم ہوتا ہے- اردو کے بعض افسانہ نگاروں نے راب گریئے کے سناریو لکھنے کی تکنیک کو استعمال کیا ہے لیکن انہوں نے براہِ راست زبان کی بجائے تشبیہوں اور استعاروں سے نثر کو بوجھل کر دیا ہے-

Scanned with CamScanner

افسانہ: اینٹی افسانہ

بہت سوں کو شکوہ و شکایت ہے کہ نئے اردو افسانے میں کہانی کا عنصر کم و بیش مفقود ہو چکا ہے، نیا افسانہ نویس ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے، وہ مبہم ذاتی تاثرات اور غیر واضح جذباتی حالتوں کے اظہار کو افسانے کا عنوان دے رہا ہے- اس کا افسانہ کسی عصری سیاق و سباق سے جنم نہیں لیتا ہے، وہ معانی کی تشکیل کے عمل سے ناواقف ہے- یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے افسانوں میں کہانی بھٹک جاتی ہے اور اس کے رشتے ہاتھ نہیں آتے- ادھر نئے افسانہ نویس یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ وہ اردو میں اینٹی سٹوری کے ذریعے ایک نیا اسلوب پیدا کر رہے ہیں۔ اینٹی سٹوری کوئی صنف ادب نہیں ہے 'یہ افسانے میں کہانی کو تتر بتر کرنا ہے' افسانے کے مروجہ سٹرکچر کو توڑ کر اسے بے ہیئت کرنا ہے کہ افسانہ نویس جو چاہے لکھ سکے۔

یہ ایک ردعمل تھا اس رویے کے خلاف جو افسانے میں کہانی کے ذریعے معنی کی ضرورت کا تقاضا کرتے ہوئے افسانہ نویس سے بہت سی توقعات وابستہ کرتا ہے- قیام پاکستان کے بعد سیاسی اور تمدنی تبدیلی کے پیش نظر کہانی کا اسلوب بدلنا بھی ضروری تھا کہ زندگی وہ نہیں رہی تھی جو پہلے تھی- نئے افسانے نے اپنی تشکیل کے پہلو بدلے، کچھ پسندیدہ اور کچھ ناپسندیدہ، تاہم سب سے اہم تبدیلی جو اردو افسانے کے قالب میں نظر

Scanned with CamScanner

آتی ہے وہ افسانہ میں کہانی کے مستقیمی سفر سے گریز اور اس کے لسانی اسلوب میں شکست وریخت کا عمل ہے۔

اردو افسانہ نویسی کی تاریخ بیحد مختصر ہے۔ بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں اس کا لب ولہجہ مرتب ہوتا ہے۔ یہ یقین سے کہنا مشکل ہے کہ کن محرکات کی بدولت پریم چند نے اردو افسانہ نویسی کا آغاز کیا، یہ ان کی افتادِ طبع کا نتیجہ تھی یا مغربی ادیب کا اردو پر اثر مغربی ادب کے زیرِ اثر اردو میں افسانہ کا تعارف زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ انیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں سرسید تحریک اور دوسرے ذہنی وادبی رجحانات مغربی ادب فلسفہ اور تہذیبی اثرات کا نتیجہ ہیں: بیسویں صدی میں یہ اثرات زیادہ نمایاں ہو جاتے ہیں، مارکس، فرائیڈ، یونگ گورکی، چیخوف، کافکا، لارنس وہ مفکرین اور افسانہ نگار ہیں جن کے تصورات اور اسلوبیات کی اردو افسانہ کے مختلف ادوار میں شناخت کی جاسکتی ہے۔

مغربی ادب کے زیرِ اثر اور یہاں کے افسانہ نگاروں کی تخلیقی مساعی کی بدولت اردو افسانہ اشیا، مظاہر اور انسانوں کی حقیقت پسندانہ پرسپشن سے اپنی تعمیر کرتا ہے۔ اس کے عناصر ترکیبی اور ہیئت میں کم وبیش وہی قرینہ نظر آتا ہے جو انیسویں صدی کے وسط کے بعد روسی، فرانسیسی اور انگریز افسانہ نویسوں اور ناول نگار کی تحریروں میں دستیاب ہے۔ مشکل یہ ہے کہ اردو کے بیشتر ریلسٹ افسانہ نویس ابھی تک ریلسٹ تھیوری کے ابتدائی دور میں الجھے ہوئے ہیں، وہ کہانی کی منطق کو زندگی کے منطق کے تابع کر کے افسانہ لکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ اسلوب ان تمام تمدنی اور نفس انسانی کی تبدیلیوں کا احاطہ نہیں کر سکتا، ریلسٹ، روایت میں بھی تصوراتی افسانوں کی تحریر ممکن ہے۔ یہ افسانہ کی کوئی الگ ہیئت نہیں ہے۔ کامیو کی ''زانیہ عورت''، تصوراتی افسانے کی ایک کامیاب مثال ہے، مارسل کا خاوند ایک بیوپاری ہے، جس کا مقصد حیات پیسہ کمانا ہے، دونوں اولاد سے محروم ہیں، سفر

Scanned with CamScanner

کی ایک منزل پہاڑی علاقے کا ایک شبستان ہے جس کے پس منظر میں ایک قدیمی قلعہ ہے، مارسل نصف رات اپنے خاوند کے بستر سے اٹھ کر ویران قلعہ میں جا کر فطرت کی بھرپور قوت کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے، وہ زانیہ ہے کہ وہ فطرت سے ہمبستر ہوتی ہے- افسانے میں کوئی واقعہ پیش نہیں آتا- دوسری طرف اردو کے نئے افسانہ نویس یہ کہتے ہیں کہ ریلسٹ افسانہ نویس پر ہمیشہ کہانی سنانے کا بھوت سوار ہوتا ہے- اسے کہانی کو انجام تک پہنچانے کی فکر لاحق ہوتی ہے- افسانہ نویسی میں یہ فارملیزم ذہن کے آزادانہ عمل کے لئے ایک امتناع ہے- اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ افسانے کی بنیاد کہانی یا واقعہ کے عنصر پر رکھی جائے- افسانہ نویس زندگی کو ہو بہو پیش نہیں کرتا، وہ ایک نئی دنیا تخلیق کرتا ہے- نئے افسانہ نویسوں کا یہ استدلال جزوی طور پر قابلِ قبول ہے کہ اب پریم چند اور علی عباس حسینی کے انداز میں افسانے لکھنا ممکن نہیں ہے- اردو میں افسانہ نویسی کا چلن تو منٹو کی زندگی ہی میں بدلنے لگا تھا، ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ ریلسٹ افسانہ سے انحراف ایک حد تک افسانہ میں نئے امکان کی تلاش تھا، یہ اور بات ہے کہ نئے افسانہ نویس تصوراتی افسانہ کی تخلیق سے گریز کر گئے- ابتدا میں انتظار حسین، انور سجاد اور بعد میں خالدہ حسین نے تصوراتی افسانے بھی لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن جلد ہی انتظار حسین اور انور سجاد اس دشوار گزار راستے سے دست بردار ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں- انتظار حسین تو کھینچا تانی کر کے بعض تصورات اساطیر سے اڑا لاتے ہیں لیکن انور سجاد تن آسان ہے، وہ عموماً شخصی تاثرات کو تمثالی انداز میں پیش کرتا ہے، وہ ساری قوت زبان کے استعمال پر صرف کرتے ہوئے تجربے کے باطن کو نظر انداز کر دیتا ہے- اس طرح اس کے تازہ افسانے معاشرتی اور عصری سیاق و سباق سے غیر متعلق رہتے ہیں- انور سجاد کی دیکھا دیکھی اردو کے بے شمار افسانہ نویسوں نے نئے افسانے عنوان کے تحت ایسے افسانے لکھے

Scanned with CamScanner

ہیں جو عمومی بیانات تمثالوں شخصی اور غیر واضح صورت احوال پر مبنی ہیں- افسانہ کے نقادوں نے بوجہ جہالت ایسی تحریروں کو تجریدی افسانوں سے تعبیر کیا ہے- تجرید ابہام نہیں ہے، یہ ایک شئے کے تصور کو اس سے منہا کرنے کا ذہنی عمل ہے، تجرید کے ذریعے تصور بندی کی جاتی ہے، اور تصور ذہن میں کسی شئے یا واقعہ کی Abstraction ہے- آج کل جو تحریریں نئے افسانے کے نام سے لکھی جا رہی ہیں وہ تجریدی نہیں ہیں کہ وہ اپنے لب ولہجہ میں تصوراتی تشکیل کا قرینہ نہیں رکھتیں- تصوراتی افسانے کی غایت فلسفہ کی تحریر نہیں ہے یہ تصور کو انسانی تجربے یا کرداروں کی تعمیر کرتی ہے- سعادت حسن منٹو کا افسانہ ''ہتک'' بظاہر ایک ریلسٹ افسانہ ہے- زبان کو مانوس سیاق وسباق میں استعمال کیا گیا ہے لیکن سوگندھی کی ذات سے باہر تفاصیل بھی اس کی ذات کا لازمی حصہ بن جاتی ہیں- دونوں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں- سوگندھی کے کمرے میں گھنیش کی تصویر، وہسکی کی خالی بوتل، گراموفون کی گھسی ہوئی زنگ آلود سوئیاں، سوگندھی کی کھولی سے باہر موڑ پر زرد روسٹریٹ لیمپ اور سوگندھی کا اپنا وجود جو ''شئے'' بن چکا ہے ایک استحصالی نظام میں انسانی شعور کی مختلف سطحیں پیش کرتا ہے ''بابو گوپی ناتھ'' ہماری زندگی کا لایعنی ہیرو ہے جو فتح وشکست کے کسی تصور کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے، کیا اس کا وجود ہماری جذباتی زندگی میں لایعنیت کی تمثال نہیں ہے؟ غلام عباس کی ''آنندی'' میں بہت زیادہ تفاصیل ہیں جو بعض دفعہ تھکا بھی دیتی ہیں، جب اہلِ شہر طوائفوں کو پھر شہر بدر کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو افسانے کی معنوی قلب ماہیئت ہوتی ہے اس کی تمام تر حجریت بتدریج ایک تصور میں تبدیل ہو جاتی ہے- کافکا کے افسانے Metamorphosis میں ساما سا جب بیدار ہوا تو اس نے اپنے آپ کو ایک عظیم الجثہ کیڑے کی جیون میں پایا جس کی لاتعداد ٹانگیں نکل آئیں تھی لیکن اس کایا کلپ کے بارے میں اس نے کسی تحیّر کا اظہار نہیں کیا،

Scanned with CamScanner

اسے یقین ہو گیا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے، وہ دیر سے بیدار ہوا تھا اور اسے دفتر جانے میں دیر ہو چکی تھی، اسے اپنے افسر کا خوف تھا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا، افسانے کی ابتداء سے اختتام تک ریلسٹ اسلوب میں جزئیات مرتب ہوتی ہیں- سب کچھ اسی طرح بیان کیا گیا ہے جیسے سب کچھ نارمل ہے اور کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا- افسانہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے، کافکا حقیقت اور عدمِ حقیقت کا امتزاج کرتا ہے۔ بہت سے محیّر العقل تفصیلات، مفروضہ، واقعات اور متصوّرہ ذہنی خدشات کسی ظاہری تحیّر کے بغیر ملتے ہیں، لیکن افسانے کے مکرر مطالعہ سے یک لخت احساس ہوتا ہے کہ افسانہ شروع سے لے کر آخر تک تحیر ہے یہ تخیل اور حقیقت سے بنتی ہوئی تمثیل ہے جس میں شعور کی تمام سطحوں کا تانا بانا بنتا اور ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے- افسانہ ایک مقام سے شروع ہو کر کسی نقطۂ پر ختم نہیں ہوتا- کافکا سامسا کے حوالے سے علامتوں کی تشکیل نہایت ہی فطری طریقے سے کرتا ہے اور معنویت کی تکمیل قاری کی متخیلہ پر چھوڑ دیتا ہے- کافکا کے افسانوں میں کہانی اپنا سفر طے کرتے راستہ کھو دیتی ہے- سامسا کی کایا کلپ کے باوجود اس کے اہلِ خانہ کا اس کو ساتھ رکھنا اور بعد میں اس کی بہن کی شادی کا مسئلہ کسی خصوصی انجام کو جنم نہیں دیتے- اس افسانے میں کہانی تلاش کی جا سکتی ہے، لیکن وہ ادھوری رہتی ہے۔ کافکا کہانی کے مستقیمی سفر سے گریز کرتا ہے، وہ حقیقت سے انحراف کر کے ایک دوسری حقیقت کی جویائی میں لگ جاتا ہے اور اسی سے افسانے میں معانی کے مسائل پیدا ہوتے ہیں-

ان چند مثالوں سے کم سے کم یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر افسانہ نویس کے یہاں افسانے کی بنیاد ریلیزم پر ہے لیکن اس کی غایت زندگی کو من وعن پیش کرنے کی بجائے زندگی کو ازسرِ نو مرتب کرنا ہے لیکن ہر صورتحال کی حجریت برقرار رہتی ہے، البتہ معانی کی

Scanned with CamScanner

تشکیل کا عمل کبھی براہ راست ہوتا ہے، اور کبھی معکوس، ریلسٹ افسانے میں معنی کا سفر مستقیمی ہوتا ہے، اس حرکت میں ریلسٹ افسانہ نویس الفاظ کو متعین معنوی دلالتوں میں استعمال کرتا ہے، تاہم افسانے کے مجموعی تصور کے ذریعے انکا رُخ بدلتا ہے- اس اسلوب میں الفاظ معنی کی ایک سطح کا اشارہ کرتے ہوئے بھی ایک جگہ پر قیام نہیں کرتے لیکن معنی کا رُخ ضرور متعین کرتے ہیں-

اردو میں بھی ریلسٹ افسانے کا سٹرکچر کسی ایک واقعہ کے آغاز سے تعمیر ہوتا ہے جس میں واقعہ سے پیدا شدہ عمل کو تین کلاسیکی وحدتوں کا پابند کیا گیا ہے- ریلسٹ افسانہ میں واقعات اور کرداروں میں اسباب و علل کا رشتہ قائم کیا جاتا ہے- افسانہ نگار زندگی کے مقابلہ میں ایک متوازی سٹرکچر تعمیر کرنے کی بجائے موجودہ صورتحال میں اپنی کہانی کا تاروپود تعمیر کرتا ہے- اس کے کرداروں کا ذہنی عمل مظاہر کے حوالے اور ان کی موجودگی میں مصروف کار ہوتا ہے- وہ زبان کو اس کی مروجہ اور مستند دلالتوں میں استعمال کرتا ہے اور زبان کا سٹرکچر واقعات کے سٹرکچر سے متصادم نہیں ہوتا- ریلیزم کے ایک سے زیادہ تصورات ہیں لیکن ریلیزم کے مقبول تصور کے مطابق ادب زندگی کا عکاس ہے- یہی وجہ ہے کہ ریلسٹ افسانہ نگار ایک واقعہ یا کردار کی جملہ تفصیل کو پیش کرتا ہے، وہ منظر اور پس منظر میں نامیاتی تعلق کو گردانتا ہے- اردو افسانہ نویسی میں (۱۹۰۳ء) سے لے کر ۱۹۴۷ء تک ریلیزم کا متذکرہ بالا تصور دوسرے اسالیب پر حاوی نظر آتا ہے- ریلسٹ اسلوب کی بے شمار شکلیں ہیں، لیکن اردو افسانے کی روایت میں کہانی کے مستقیمی سفر کو اس کی آخری شکل تصور کیا جاتا ہے- ریلسٹ افسانے میں افسانہ نویس اور کردار دو مختلف اکائیوں میں منقسم ہوتے ہیں، اوّل الذکر جواز کے طور پر بیانیہ انداز میں کردار کی تفاصیل اور اس کی سوچ کو بیان کرتا ہے- بعد میں کردار اپنے آپ کو منکشف کرتا ہے،

Scanned with CamScanner

ریلسٹ افسانے کی دوسری شکل یورپ میں دوسری جنگ کے بعد لکھے جانے والے افسانے اور سعادت حسن منٹو کے ''بابو گوپی ناتھ''، ''ہتک'' اور ''پھندنے'' میں نظر آتی ہے۔ اس نوع کے افسانوں میں افسانہ نگار اور کرداروں کی خلیج ختم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ خارجی تفاصیل کردار کے ساتھ بالواسطہ یا براہِ راست منسلک ہو جاتی ہیں، واقعات اور خارجی تفاصیل کو کرداروں کی جذباتی اور نفسیاتی حالتوں کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے، خارجی مظہر اور ذہنی مظہر بتدریج ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں، افسانہ نویس بیان میں حاشیہ آرائی کرنے کی بجائے کردار کی خارجی دنیا کو اس کی جذباتی حالت کے مطابق مرتب کرتا ہے، وہ صرف ان تفاصیل کو بیان کرتا ہے جو اس کی موجودہ صورت حال سے متعلق ہوتی ہیں یا تجربے کے حوالے سے تصور کی تشکیل ہے۔ اگر کوئی افسانہ نگار افسانے کی بجائے فلسفہ تحریر کر رہا ہے تو پھر یقیناً اینٹی افسانہ لکھ رہا ہے۔ اینٹی افسانہ کی اصطلاح کچھ بے معنی سی ہے۔ افسانے میں کہانی کا عنصر غائب کیا جانا ممکن نہیں، اس کی داخلی تنظیم کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ایک کردار کے مطالعہ یا کسی حالت یا واقعہ کی جزئیاتی تفصیل کے ذریعے فضا بندی کی جاتی ہے، اس کی غائیت کہانی کی تردید کی بجائے اسے مختلف انداز میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ نئے اردو افسانہ پر ابہام کا اعتراض اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس نئے افسانے میں کہانی مستقیمی ہونے کی بجائے بکھری ہوتی ہے جسے خود مربوط کیا جاتا ہے۔ افسانہ نگار سب کچھ بیان کرنے کی بجائے اس کی معنوی تکمیل کا فریضہ قاری کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ نئے افسانے کی تصوراتی تشکیل اور اس کا فریم ورک ۱۹۶۰ء کے افسانہ نگاروں سے قبل سعادت حسن منٹو ''پھندنے'' میں قائم کر چکے تھے۔ منٹو کا افسانہ ''پھندنے'' اردو میں پہلا ریلسٹ افسانہ ہے جس کی فضا بندی امیجز، ہیلوسینیشن اور زبان کے معکوس استعمال سے کی گئی ہے، زبان کا مروجہ سیاق و سباق توڑ کر کردار کی نفسیاتی

Scanned with CamScanner

حالتوں کے تحت مرتب ہوتا ہے، تحت الشعور اور لاشعور حرکت میں آ کر شعور کی فصیل توڑتے ہوئے عجیب وغریب کولاج بناتے ہیں، ''پھندنے'' کا انجام اس کے آغاز کا نتیجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں کہانی کا عنصر غیر مستقیمی ہے- اس کا مرکزی کردار وہ لڑکی ہے جس کا جذباتی اور جنسی رویہ مروجہ نجابات کے معیاروں سے مختلف ہے، اس کی شکل و صورت معمولی ہے، عمر بڑھ چکی ہے اس لئے وہ بطور عورت قابل قبول نہیں ہے- ''پھندنے'' کی عورت جنسی تشنگی اور تنہائی کو بھولنے کے لئے کثرت سے شراب پیتی ہے، وہ جنسی تعلق میں حجاب نہیں محسوس کرتی اور ایک ''میناڈ'' کی طرح سارے بدن کو نقش ونگار سے بھر کر خودکشی کی کوشش کرتی ہے، لیکن اس کے بدن کو دیکھ کر چور دیوار پھاند کر بھاگ جاتا ہے، سعادت حسن منٹو نے تاثراتی اور سریلسٹک اسلوب میں جنسی محرومی اور معاشرتی خوف کو ''پھندنے'' کے حوالے سے نمایاں کیا ہے، یہ افسانے اردو کے نئے افسانہ نویسوں کے لئے ایک اعلیٰ مہارت کی مثال ہے- منٹو اگر ایک طرف ریلسٹ اسلوب کا سب سے بڑا افسانہ نویس ہے، دوسری طرف وہ اردو افسانے کا موجد بھی ہے جس نے افسانے میں کہانی کے سفر کو واقعات کی منطق کو تابع کرنے کی بجائے کہانی کو ازسرِ نو مرتب کرنے کی کوشش بھی کی ہے- نیا اردو افسانہ جس میں کہانی پر اصرار نہیں کیا جاتا ایک عجیب وغریب الجھن کا شکار ہے اس کے استعارے مبہم ہیں، اس کا لسانی شیوہ شعریت سے معمور اور معانی سے تہی ہے، اس میں دانستہ طور پر کہانی کے عنصر کو حذف کیا گیا ہے، جذباتی اور ذہنی تاثرات کے بیان پر افسانے کی بنیاد رکھی ہے- بعض نئے افسانہ نویسوں نے بطور گریز ماضی کی تہذیبوں سے رابطہ قائم کر کے آرکی ٹائپس بنانے کی سعی بھی کی ہے لیکن ماضی ان کا ساتھ نہیں دیتا کیونکہ وہ ماضی کی حجریت، اس کے ادراک اور اس کی ترجمانی سے گریزاں ہیں، اور حال کی تشخیص سے خائف ہیں- وہ جن تہذیبی علامتوں کی

Scanned with CamScanner

بازیابی کے خواں ہیں وہ ادھورا خواب بن جاتی ہیں- حقیقتاً نئے افسانہ میں کہانی کا عنصر مفقود نہیں ہوا ہے افسانے نویس کے یہاں تجربے کا فقدان ہے اور جس کی تلافی وہ مبہم بیانات اور غیر مربوط استعاروں کی شکل میں کرتا ہے- اس مشاہدے کی غایت ریلسٹ اسلوب کو تقویت دینا نہیں بلکہ اس امر کی نشاندہی ہے کہ نیا اردو افسانہ نویس اپنے معاشرے اور عصر کی حجریت سے گریزاں ہے، اس کے یہاں انسانی تجربے کا میدان سکڑا ہوا ہے- اس لئے وہ اہم مسائل کی بجائے غیر اہم مسائل سے افسانے کا خمیر تیار کرتا ہے- اس نے اپنی موضوعاتی ترجیحات کا تعین نہیں کیا، اس کے افسانوں میں نئی تکنیکیں ضرور دستیاب ہیں لیکن اس کے عصر کی حجریت مبہم تاثرات کے بیان کی نظر ہوگئی ہے- ہر فنکار کے لئے خواہ شاعر ہو یا افسانہ نویس زندگی کو بھرپور طریقے سے بسر کرنا چاہیئے، کیونکہ تخیلِ محض سے عمر بھر تخلیق نہیں کی جاسکتی، اس کے لئے زندگی میں بھرپور شرکت اتنی ہی ضروری ہے جتنی اس کی تخلیق- مارسل پروست اتنا اللہ لوگ نہیں تھا جتنا اس کو قارئین سمجھتے ہیں- اس نے ابتدائی زندگی میں فوج میں بھی کام کیا، زندگی کی مہمات میں شرکت کی، عشق معاشقے کئے، بالآخر اس کی تنفس کی بیماری اور ذہنی پژمردگی نے اسے زندگی سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا- اس نے دستبرداری پر اکتفا نہیں کیا، اپنے ناولوں میں دنیا کے مقابلے میں اپنی پرائیویٹ دنیا تخلیق کر لی- پروست امیر گھرانے سے تھا اس لئے معیشت اس کا مسئلہ نہیں تھا- سعادت حسن منٹو کے لئے یہ معیشت اہم مسئلہ تھا، وہ بھی چھوٹی موٹی نوکری کر سکتا تھا لیکن اس کا وجود عدمِ مصالحت سے عبارت تھا، اس نے افسانہ نویسی کے ذریعے زندہ رہنے کی کوشش کی- اس نے جو کچھ دیکھا، وہ ہمارے افسانہ نویسوں کے لئے آج بھی ایک مثال ہے- اس کا مشاہدہ اس کا افسانہ ہے، اس کا مشاہدہ ہماری معاشرت کے بعض طبقوں کا ''سناریو'' ہے- اس کے افسانوں میں زندگی کا ڈرامہ

Scanned with CamScanner

دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے- آج کا افسانہ نویس دوسرے فنکاروں کی طرح تنخواہ دار طبقے سے تعلق رکھتا ہے جس کے لئے مصلحت زندگی کے تحفظ کا ایک راستہ ہے، اس کا دن ایک دفتری یا کاروباری نظام میں بسر ہوتا ہے، دن کا کچھ حصہ تنخواہ دار طبقے کی اخلاقی ذمہ داریوں کی نذر ہو جاتا ہے، اس کے لئے اس وقت تک زندگی کے یہی دو روپ ہیں، جب تک وہ ان کے انکار سے اپنے علیحدہ حق زیست کا اعلان نہیں کرتا اس حالت میں اس کی زندگی میں شرکت محدود ہے، اس لئے اس کا تجربہ بھی معین ہے- یہی وجہ ہے کہ اس کے افسانے زندگی کی عظیم تر واردات اور انسانی تماشے کی جسمیت سے محروم ہیں- اس کے افسانوں میں کہانی کا عنصر اس لئے مفقود ہوتا جا رہا ہے کہ خود اس کی زندگی میں کوئی داستان نہیں ہے- اس کے یہاں Alienation یا معاشرتی علیحدگی کا تجربہ محدود سطح پر ہے جس کو ٹیپ کے مصرعے کے طور پر دہرا رہا ہے، لیکن اس میں علیحدگی کا وہ قرینہ نہیں جو کامیو کے ''اجنبی'' یا ''زوال'' میں ہے- اس کے یہاں زندگی میں وہ شرکت بھی نہیں ہے جو سارتر کے ناولوں اور افسانوں میں ہے- وہ تخلیقات جو ذہنی گومگو کی حالت کی ترجمان ہوں وہ عظمت کی دہلیز سے دور رہتی ہیں- یہ نئے افسانہ نویسوں کے لئے مرحلہ فکر ہے اور ان نئے ریلسٹ افسانہ نویسوں کے لئے بھی جو ابھی تک ذہنی طور پر نابالغ ہیں یہ ایک ادبی مغالطہ ہے کہ نیا افسانہ نویس ''اینٹی سٹوری'' لکھ رہا ہے اس نے تو ابھی اپنے عصر کی کہانی لکھنی ہے!

Scanned with CamScanner

حقیقت نگاری اور فکشن

گذشتہ صدی کی آخری تین دہائیاں انسانی فکر کی تاریخ میں بڑی ہنگامہ خیز تھیں، مارکس، فرائیڈ، ڈارون بیسویں صدی کے تین بڑے فکری معمار تھے- ادھر ادب میں دوستوفسکی، چارلس ڈکنز، زولا وغیرہ کلاسیکی اور رومانوی ادب سے گریز کر کے نئے ادب کی اساس کے متلاشی تھے- چنانچہ اسی زمانے میں بہت سے فلسفیانہ، ادبی اور جمالیاتی نظریئے اور مفروضے معرضِ وجود میں آئے- ادب کے حوالے سے حقیقت اور حقیقت نگاری ایک بیحد اہم تصور تھا- مغربی ادب میں حقیقت نگاری کے تعارف کے کچھ عرصہ بعد یہ ایک بدلی ہوئی شکل میں سرسید احمد کے زمانے میں اردو شعر و ادب میں بھی چلا آیا تھا- اردو میں حقیقت نگاری مغربی روایت کا نتیجہ تھی- بیسویں صدی میں ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر اس تصور کی کافی گت بنائی گئی تھی-

ادب میں حقیقت نگاری کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ حقیقت نگار ادیب، زندگی کے حقائق کو پیش کرتا ہے یعنی جس طرح وہ مظاہرِ حیات کا ادراک کرتا ہے انہیں جوں کا توں ادب میں منتقل کرتا ہے- یہ حقیقت نگاری کا ابتدائی تصور ہے جو بعد میں مختلف صورتیں اختیار کرتا رہا ہے- حقیقی نیچرلیزم، تنقیدی حقیقت نگاری، سوشلسٹ حقیقت نگاری اور نئی حقیقت نگاری وہ تصورات ہیں جو مختلف زبانوں میں حقیقت نگاری کے مختلف مدارج کو پیش کرتے ہیں-

Scanned with CamScanner

حقیقت نگاری کا تصور یونانی فلسفہ سے ماخوذ ہے- یونانی فلسفہ میں اور خصوصاً افلاطون کے یہاں ''یونیورسل'' اور ''پرٹیکولر'' کے تصورات سے حقیقت کا تصور بھی منسلک ہے- افلاطون اس خیال کا حامل تھا کہ یونیورسل اپنے طور پر موجود ہیں- دوسری طرف ایک تصور یہ تھا کہ خارجی دنیا موجود نہیں ہے، یہ صرف انسان کی سوچ کا کرشمہ ہے- مثالیت پسند اس خیال کے حامل تھے کہ ادراک کے عمل کے ذریعے اشیاء کا اثبات ممکن ہے- مغربی فلسفہ میں حقیقت پسندوں اور مثالیت پسندوں میں کائنات کی حقیقی یا خیالی موجودگی کی بحث چلتی رہی- لیکن مغربی ادب میں اور خصوصاً فکشن میں اس کے اثرات مختلف طریقوں سے ظاہر ہوئے- روسی، فرانسیسی اور انگریز فکشن نگاروں نے (جنہیں ادب میں حقیقت نگاری کا موجد کہا جاتا ہے) تنقیدی حقیقت نگاری کا جو تصور پیش کیا اس میں انسان اور اس کی خارجیت کو ایک دوسرے سے منسلک کر کے ہر دو میں اسباب و علل کا رشتہ دریافت کیا- ان ناول نگاروں نے یہ اصرار کیا کہ انسان کے خارجی حالات اس کے لئے ایک محرک کا کام کرتے ہیں اور اس کی تقدیر کی تشکیل بھی کرتے ہیں- چنانچہ ان حقیقت نگاروں نے اپنے ناولوں میں اپنے کرداروں کے خارجی زندگی کی جملہ تفصیلات کو بھی اپنے ناولوں کا موضوع بنایا- جس طرح حالات اور واقعات موجود تھے انہیں مَن و عن پیش کیا- چنانچہ انہوں نے یہ بھی استدلال کیا کہ ادب اور فن کی غایت زندگی کے حقائق کو پیش کرنا ہے- حقیقت نگاری کی ادبی تاریخ میں اسے میکانکی حقیقت نگاری سے تعبیر کیا جاسکتا ہے-

انیسویں صدی میں حقیقت نگاری کے حوالے سے نیچرلیزم کے تصور کو بھی وضع کیا گیا کہ فطرت کا ایک خودکار نظام ہے جو اپنے اصولوں اور ضابطوں کی پابندی کرتا ہے- فلسفیانہ سطح پر تو اس تصور کی بہت سی موشگافیاں کی گئیں، ادب اور فن کے حوالے سے

Scanned with CamScanner

اس نے اصل تصور کی نسبت زیادہ بہتر شکل اختیار کی ہے۔ فطرت پسند تصور کے حوالے سے ادب اور فن کا صحیح مطالعہ فطرت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فنکار کا صرف یہی منصب ہے کہ وہ اپنے فطری اور مادی ماحول کا بغور مطالعہ کر کے ان کی صحیح رپورٹنگ کرے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فنکار چھپی ہوئی حقیقتوں کا یا حالات و واقعات کے جوہر کو تلاش کرنے کی کوشش کرے اور نہ ہی یہ اس کے منصب میں شامل ہے کہ وہ فطرت کی اصلاح کرے یا اس کو آئیڈیلائز کرنے میں مصروف رہے۔ چنانچہ فطرت پسند لکھتے ہیں کہ فنکار کو فطرت پر اپنے محاکے نافذ نہیں کرنے چاہئیں۔ تحریر کے دوران یا کسی تصور کشی کے عمل میں فنکار کو اپنے موضوع کا تجزیہ کرنا چاہیئے۔ یا پھر اسے بیان کرنے پر اکتفا کرنا ہے۔ حقیقت نگاری اور فطرت نگاری کے بنیادی تصور کو ادب میں بروئے کار لانے سے میکانکی تحریریں جنم لیتی ہیں۔ اس کی سب سے بیّن مثال اردو کی نیچرل شاعری ہے۔

حقیقت نگاری کے تصور کی بحث میں رومانویت کا ذکر بھی ضروری ہے۔۔ رومانویت پسند اشیاء واقعات اور مظاہر سے جذباتی وابستگی کے ذریعے ان کے معانی متعین کرتے ہیں۔ ان کی دلچسپی اس بات سے ہے کہ مظاہر فطرت سے وابستگی کس طرح کے تجربے اور احساس کو جنم دیتی ہے۔ رومانویت پسند فطرت میں مداخلت کرتا ہے، اس کے مظاہر کو چیلنج کرتا ہے، اپنی دنیا کو ان کے روبرو لاتا ہے اور ہر دو دنیاؤں میں ایک رابطہ قائم کرتا ہے۔ اس کے برعکس فطرت نگار کی حقیقت نگاری مشاہدات کے ذریعے عناصر فطرت کی سالمیت کو پیش کرتی ہے۔ زولا لکھتا ہے کہ نیچرلیزم ایک سائنسی اسلوب ہے جسے ادب میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فنکار کا منصب یہ بیان کرنا ہے کہ فطرت میں کیا تبدیلیاں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ فن کا مقصد حقیقت کی نقل ہے اور یہ مقصد وہ کرداروں

Scanned with CamScanner

کے تجزیئے اوران کے رویوں کے ذریعے حاصل کرتا ہے،فطرت پسندوں کے نزدیک فن کا مقصد ادبی محاکے کی بجائے فطرت اور زندگی کو سمجھنا ہے۔حقیقت نگاری اور فطرت نگاری کے اعتبار سے ایک اور تصور وضع کیا گیا ہے جسے فطری حقیقت نگاری بھی کہا جاسکتا ہے۔احساسات اور بصری ادراک کے ذریعے خارجی دنیا کا ناقابلِ تردید علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں حقیقت نگاری کے ایک اور تصور نے جنم لیا جسے تنقیدی حقیقت نگاری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔تنقیدی حقیقت نگاری بھی حقیقت نگاروں کی طرح اس تصور میں یقین رکھتی ہے کہ دنیا اور اس کے معروضات ذہن سے ماوراوجود کے حامل ہیں خواہ ان کا ادراک کیا جائے یا نہ کیا جائے۔یہ موجود ہیں۔یہ نقطۂ نظر اس تصدیق میں متامل ہے کہ ہماری خارجی دنیا کے علم کا انحصار اشیاء پر ہے۔ان کا استدلال ہے کہ اس دنیا کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے کہ خارجی دنیا میں موجود اشیاء اور حواس کے ذریعے حاصل کردہ علم میں ایک طرح کی مطابقت ہے۔وہ مثالیت پسندوں سے اس حد تک متفق ہیں کہ جب بھی کسی چیز کا ادراک کیا جاتا ہے وہ ذہن کے لئے معروض ہوتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ ان معروضات کے وجود کا انحصار ذہن کے ادراکی عمل پر ہے۔ذہن خارجی دنیا کا علم وسیلے کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔بعض کے نزدیک یہ حسی معطیات ہیں۔

دراصل تنقیدی حقیقت نگاری ایک اعتبار سے حقیقت نگاری اور مثالیت پسندی کے درمیان ایک طرح کا سمجھوتا ہے۔فلسفہ میں حقیقت نگاری کے جملہ دبستانوں نے پینترے بدل بدل کر یہی بحث کی ہے کہ حقیقت نگاری خارجی دنیا میں اشیاء کی موجودگی کو ثابت کرتی ہے یہ ان کے ادراک کو زیرِ بحث لاتی ہے۔اگرچہ ان مباحث کا براہ راست

Scanned with CamScanner

ادب سے تعلق نہیں ہے تاہم مغرب کی ادبی روایت میں حقیقت نگاری کے تصور کو اجاگر کرنے کے لئے اس کے فلسفیانہ پس منظر کو بھی مدّنظر رکھا گیا ہے۔ حقیقت نگار ادیب عام طور پر نظر سے اوجھل حقائق کے بارے میں تردّد نہیں کرتے اور نہ ہی وہ حقیقت کے اظہار کے بیان کو قابلِ اعتماد تصور کرتے ہیں کیونکہ اظہاریاتی بیان میں مظہر کی بجائے اس کا ادراک زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ اور نتیجۃً حقیقت دھندلا جاتی ہے۔ ادب میں حقیقت نگاری نے جو صورتیں اختیار کی ہیں ان تمام میں انسان کو مرکزیت دی گئی ہے کہ اس کی زندگی کو اس کے طبعی حالات کے حوالے سے پیش کیا جائے۔ چنانچہ ایک اعتبار سے حقیقت نگاری بالواسطہ طور پر انسان دوستی کے تصور سے بھی جا ملتی ہے۔

بیسویں صدی کے مغربی اور اردو ادب میں حقیقت نگاری کی ایک اور شکل بھی ملتی ہے۔ وہ میکانکی حقیقت پسندی ہے جو ٹالسٹائی، ڈکنز، زولا اور گورکی وغیرہ کی تحریروں میں نظر آتی ہے، وہ کافکا، جوائس اور دوسری جنگِ عظیم کے وجودی مصنفوں کے حوالے سے حقیقت کے ادراک کا ایک نیا تناظر فراہم کرتی ہے۔ اسے ادب میں نئی حقیقت پسندی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ میکانکی حقیقت پسندی سے گریز کرتی ہے، یہ جس طرح اشیاء اور واقعات میں انہیں من وعن پیش کرنے کی بجائے انہیں اپنی ذہنی اور جذباتی صورت حال سے متصل کر کے پیش کرتے ہیں۔ نئی حقیقت پسندی انسان کی داخلیت اور وہ قوتیں جو اس کی زندگی کی پشت پناہی کرتے ہیں یا اسے ایک خاص پر سوچنے اور عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں ان کا ادراک متصورہ خارجی حقائق کے طور پر کرتی ہے۔ چنانچہ نئے حقیقت نگار انسان اور اس کی خارجیت میں ایک داخلی ربط استوار کرتے ہیں جس سے ظاہر اور باطن ایک دوسرے سے متصل ہو جاتے ہیں۔ کافکا کا ''سپرار یلزم'' کامیو اور سارتر کے ناولوں میں دروں بینی نئی حقیقت نگاری کی مثالیں ہیں۔ ان تمام نے

Scanned with CamScanner

مظہریت اور اشیاء کے اونتالوجیکل ادراک کو ترجیح دی ہے جس کے نتیجے کے طور پر حقیقت نگاری یک سطحی ہونے کی بجائے مظہر کی متنوع جہتوں کو نمایاں کرتی ہے۔

بیسویں صدی کے مغربی فکشن ۔ں پانچ اہم نام ہیں فرانز کافکا، جیمز جوائس، مارسل پروست بورخیس اور ایلن راب گریئے۔ ان کو تجرباتی فکشن رائیٹرز کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے فکشن میں حقیقت نگاری کے اسلوب سے گریز کر کے کہانی کا ایک نیا اسلوب ایجاد کیا۔ ۱۹۶۰ کے بعد کے نئے اردو افسانہ نگاروں نے یا تو ان مصنفوں کا مطالعہ نہیں کیا اگر کیا ہے تو وہ misreading ہے۔ یہ تمام مصنفیں بنیادی طور حقیقیت نگار ہیں البتہ ان کے پرسپشن میں فرق ہے جیمز جوائس کے افسانے dubliner ہوں یا ناول یولیسس۔ یہ تحریریں ریلسٹ فریم ورک میں لکھی گئی ہیں جیمز جوائس کے افسانوں میں تو ڈبلن کی زندگی کی ٹھوس تصویریں ہیں البتہ اس نے یولیسس میں شعور کی رو، یولیسس کی دیو مالا اور زبان کی انتہائی قلابازیاں لگائی ہیں۔ کافکا کے تمام ناول اور افسانوں میں حقیقت نگاری کی گہری چھاپ ہے اس نے فینتسی اور حقیقت کا امتزاج کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی کہانی سے انکار نہیں کیا البتہ حقیقت نگاری کے منطقی ربط کو درہم برہم کیا ہے، اشیا اور اشخاص کو ان کی جوں کی توں حالت میں پیش کرنے کی بجائے انہیں اپنے پرسپشن کے تابع کیا ہے۔ اپنے تخیل اور فینتسی کی کارکردگی کو فوقیت دی ہے۔

اگر افسانے میں کہانی کے عنصر کو منہا کر دیا جائے تو پھر مصنف کیا لکھے گا۔ کافکا کے برعکس آلان راب گریئے کے افسانے اور ناول ٹھوس حقیقت نگاری پر مبنی ہیں لیکن اس کا طریقہ کار مظہریاتی ہے وہ ایک شئے یا واقعہ کو اس کے منظر اور پس منظر سے جدا کر کے اپنی توجہ اس پر فوکس کرتا ہے یعنی ایک مظہر phenomena کی فوری موجودگی

Scanned with CamScanner

اس کے شعور کو کس طرح متاثر کرتی ہے۔ وہ ایک شئے کو ایک منظر میں منتقل کر دیتا ہے۔ اس قسم کے تجربات اس کے ناولوں کے علاوہ اس کے افسانوی مجموعہ Snapshots میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

نئے افسانے کی تلاش

نئے افسانے کی تلاش کے لئے نئی کہانی کی تعمیر ضروری ہے۔ نئی کہانی کہنے کے لئے پرانی کہانی کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ کہانی سے افسانہ بنتا ہے۔ افسانہ لکھنے کے لئے انسان سے زیادہ آدمی کو جاننا ضروری ہے۔ آدمی اپنی وضاحت اپنی معاشرت اور اپنے ذرائع روزگار سے کرتا ہے۔ مذہب اسے ہدایت کرتا ہے۔ آدمی ضعیف البیان ہے۔ وہ ہدایت سے انحراف کا رجحان رکھتا ہے۔ یہ بہت پرانی بات ہے کہ انسان معاشرتی مخلوق ہے۔ یہ اس سے بھی پرانی بات ہے کہ انسان ہمیشہ حاکمیت چاہتا ہے، شوہر، بیوی پر اور حاکم رعایا پر۔ مارکس اور فرائیڈ نے انسانوں کو دو ڈبوں میں بند کر دیا ہے۔ دونوں محرکات کا علمی اور سائنسی تجزیہ کرتے ہیں۔ لیکن اس دنیا کو زیرِ بحث نہیں لاتے جو جسم کی گرسنگی سے پیدا ہو کر آدمی کو خصوصی فعلیت پر آمادہ کرتی ہے۔ یہ خصوصی فعلیت انسانی تعلقات کی دنیا ہے، جہاں انسانی زندگی حادثات اور واقعات کی بدولت ناقابلِ فہم ہو جاتی ہے۔ جہاں داخل اور خارج کی تمام تشریحیں بے معانی ہو جاتی ہیں۔ ادب جواز فراہم نہیں کرتا یہ ناقابلِ فہم کو قابلِ فہم بنانے کی سعی کرتا ہے۔ یہ انسان کی پرائیویٹ اور پبلک ورلڈ میں ایک ربط پیدا کرتا ہے۔ یہ انسانی زندگی میں آویزش کے لمحات میں اس انتخاب کی نشاندہی کرتا ہے۔ تمام ادب آویزش کی پیداوار ہے۔ آدمی کا اپنے آپ سے اور دوسروں سے حرب! سب کہانیاں اس حرب اور تصادم سے جنم لیتی ہیں۔ مغربی معاشروں میں روز

Scanned with CamScanner

بروز کہانیاں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔مغربی یورپ کا بیشتر اعلیٰ ادب دوسری جنگِ عظیم کا نتیجہ ہے۔ وہ بہت سے واقعات تھے جو کہانیاں بنیں اور بہت سی کہانیاں افسانوں میں منتقل ہو گئیں۔گذشتہ بیس سالوں سے مغربی یورپ کا افسانوی ادب بالکل ٹھنڈا ہے۔امریکہ کی بات چھوڑ یئے سٹان بیک اور فا کنز کے بعد وہاں کا ادب ادبی ورکشاپوں کی بدولت معرض وجود میں آیا ہے۔ جاپان کا افسانوی ادب دیکھیئے وہاں مشیما کے سوا سب کچھ نہ ہونے کے برابر ہے۔

محض صورتحال کی تبدیلی ہی نیا ادب پیدا نہیں کرتی۔ اس سے زیادہ اہم ادیبوں کا وہ فوری ردعمل ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے جذباتی اور ذہنی رویے کا اظہار کرتے ہیں۔ اخبار کی شہ سرخی تو ایک معاشرے میں عارضی تبدیلی کا اعلان کرتی ہے۔ لیکن اگلے دن لوگ شہ سرخی بھول جاتے ہیں۔ امتداد زمانہ سے شہ سرخی کے اثرات زندگی پر مرتب ہونے لگتے ہیں۔قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور شوہر کا مزاج بگڑنے لگتا ہے۔ وہ بیوی بچوں سے دنگا فساد کرنے لگتا ہے، اپنے دفتر یا کارخانے میں اس کا رویہ تلخ ہو جاتا ہے۔

مسلسل تلخ رویے کے ساتھ زندگی ممکن نہیں۔ وہ کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ وہ فرار چاہتا ہے لیکن اس کے اردگرد کے لوگ تنگ نظر ہیں اور قوانین سخت گیر ہیں۔ وہ عبادت میں پناہ ڈھونڈتا ہے، لیکن دیکھتا ہے کہ عابد اور زمانہ ساز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسے جذباتی طور پر صدمہ پہنچتا ہے۔ وہ جب اپنی زندگی سے نگاہ ہٹا کر دوسروں کی طرف دیکھتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ اسے حق یافتگان کے معاشرے میں زندگی بسر کرنی ہے۔ وہ ایک کمزور انسان ہے۔ وہ انقلاب کا خواب دیکھ سکتا ہے، اسے لا نہیں سکتا۔ چنانچہ اس کے شب و روز خواہش اور موجودہ صورتحال کے درمیان گزرنے لگتے ہیں۔ یہ

Scanned with CamScanner

شہ سرخی کے ذریعے پیدا ہونے والے واقعات کی ایک مثال ہے

شہ سرخیاں بدلتی رہتی ہیں اور ان کے ساتھ واقعات اور انسانی رویے بھی بدلتے ہیں- انسان واقعی ابن الوقت ہے- جیسا واقعہ رونما ہوتا ہے وہ ویسا ہی ردعمل مرتب کرتا ہے-عہدِ حاضر کی زندگی کافی پیچیدہ ہے-ایک شعبہ حیات کا تغیر تمام شعبوں کو متاثر کرتا ہے- کون کہتا ہے کہ انسان نہیں بدلا؟ انسان یونیورسل نہیں ہے- یہ ایک تغیر پذیر حقیقت ہے-اس کی جبلتوں کے اظہار کا اسلوب بھی بدل گیا ہے- اگر اس میں لچک کی صلاحیت نہ ہو تو شاید انسانی زندگی محال ہے Value adjustment اور منافقت میں فرق ہے- اول الذکر جہد البقا میں تحفظ کا ایک رویہ ہے جبکہ ثانی الذکر موقعہ پرستی ہے-تغیر کے عمل مروجہ انسانی روابط کی ٹوٹ پھوٹ، پرانے اداروں کی جگہ نئے اداروں کا قیام وجود میں آتا ہے- اس کے ساتھ جذباتی سمتیں بھی نئی اوضاع اختیار کرتی ہیں- گذشتہ پچیس سالوں میں ہمارے یہاں کی انسانی کائنات میں بے حد تغیرات وقوع پذیر ہوئے ہیں- ایک زمانہ وہ تھا جب بسوں میں مرد اور عورت پہلو بہ پہلو سفر کرتے تھے- اب بسوں میں جنگلے لگا کر عورت اور مرد کے سفر کو جدا جدا کر دیا گیا ہے- پہلے ریستورانوں، بس سٹاپوں اور پبلک پارکوں میں عورت اور مرد اکٹھے آ جا سکتے تھے- اب یہ ممکن نہیں ہے- دیکھتے دیکھتے یہ علیحدگی کا معاشرہ بن گیا ہے- اس عمل کے نتیجے کے طور پر جو انسانی تعلقات میں تغیر پیدا ہوا ہے- اس کے مختلف مظاہر دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں- ہم نے اپنے معاشرے میں Merit system کو ختم کر کے سفارشی یعنی عدم اہلیت کو فروغ دیا ہے- ہم قدر و قیمت کی بجائے کمیت کو ترجیح دیتے ہیں- ہمارے یہاں آبادی کی افزائش کا تناسب دنیا میں سب سے زیادہ ہے- وہ چپاتی جو ایک فرد کے لئے تھی اسے چھ افراد لقمہ بنا رہے ہیں- کیا یہ سب باتیں، یہ سب واقعات کہانیوں کو جنم نہیں

Scanned with CamScanner

دیتے؟ انسان کی پرائیویٹ اور پبلک ورلڈ میں ایک ضد، ایک تصادم کی کیفیت ہے، ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں، کیا ہم واقعی اجتماعی نصب العین اور معاشرتی زندگی کے اعلیٰ اصولوں سے تہی ہو چکے ہیں؟ کیا بکھرے ہوئے انسان کو صرف امید کے ذریعے ہی مربوط کیا جا سکتا؟ یہ وہ سوالات ہیں، یہ وہ کہانیاں ہیں جو ہماری روزمرہ زندگی میں مخفی ہیں، جو غیر مربوط ہیں- ہم عام زندگی میں انسان کے معانی اس کے خارجی رویے سے لیتے ہیں- اور افراتفری کی زندگی میں اس رویے کے محرکات اور مضمرات کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے اور یہ جان کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انسان وہی کچھ ہے جو وہ نظر آتا ہے، اس مشاہدے سے اختلاف ممکن نہیں ہے ہر فرد کو زندگی میں ایک سے زیادہ رول ادا کرنے ہوتے ہیں- دفتر میں وہ افسر یا ماتحت ہوتا ہے، گھر میں وہ ظالم باپ یا مظلوم خاوند ہوتا ہے- دوستوں میں اس کا رول مختلف ہے، اپنی محبوبہ یا داشتہ کے روبرو اس کی دوسری پرتیں کھلتی ہیں-

انسان ایک کمپلیکس وجود ہے- اس کی نشاندہی کا سب سے مؤثر ذریعہ افسانوی ادب ہے- وہ انسان کی پرائیویٹ ورلڈ کو اس کی پبلک ورلڈ سے منسلک کرنے کی کوشش کرتا ہے- زندگی میں کبھی کہانیاں سالم و ثابت طریقے سے مل جاتی ہیں اور کبھی انہیں تلاش کیا جاتا ہے- زندگی کے مظاہر میں کہانی کی تلاش اور دریافت ایک مشکل مرحلہ ہے- تمام واقعات کہانیوں کو جنم نہیں دیتے- کہانی کو افسانے میں منتقل کرنا ناتراشیدہ واقعات کو ایک وضع دینے کا عمل ہے جس کے لئے فنی تربیت ضروری ہے- کہانی افسانے کی وضع اختیار کر کے کثیر المعانی بن جاتی ہے، غیر اہم تفاصیل اور واقعات عظیم سانحوں اور تصورات میں بدل جاتے ہیں- یہ مسئلہ صرف فنی مہارت کا نہیں، ادراک کے اسلوب کا بھی ہے- کہ افسانہ نگاروں کے کن واقعات اور جذباتی حالتوں کو

Scanned with CamScanner

موضوع بناتا ہے۔ جس کا انتخاب مصنف کے نظریہ حیات کی نشاندہی کرتا ہے۔۔۔۔۔
چنانچہ کہانی کی تلاش درحقیقت معانی کی تلاش ہے اور ایک واقعہ کی معنویت کو اپنے عہد کی عمومی صورتحال سے متصل کرنا عصری شعور ہے۔ کہانی کی تلاش میں کہانی کے موضوع کو اس سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ کہانی کا موضوع اس کا موتیف ہے۔ ہ بنیادی پلان ہے جس کے لئے لسانی سٹرکچر تیار کیا جاتا ہے۔

افسانہ کہانی کے بغیر بھی لکھا جا سکتا ہے، لیکن موضوع کے بغیر اس کا سٹرکچر ممکن نہیں ہے۔ ورجینا ولف، نتالی سورات مثل بتور اور آلاں راب گریئے کے افسانے اور ناول کہانی کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن مجموعی اعتبار سے ایک موضوع کے تاثر کو فضا بندی یا بیان کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ اردو میں اس کی کامیاب مثال زاہدہ حنا کے بعض افسانے ہیں جن میں واقعہ، شئے یا حالات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ افسانے کے واقعاتی ہونے کا تاثر ملتا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے زاہدہ حنا زبان کے تلازماتی عمل سے ایسی فضا مرتب کرتی ہے کہ افسانہ دلچسپی کو برقرار رکھتے ہوئے بھی کہانی کے عنصر سے گریز کر جاتا ہے۔ نیا افسانہ نگار کہانی کے عنصر کی نفی کیوں چاہتا ہے؟ اسے احتمال ہے کہ واقعات کے تسلسل سے وہی خارجی سٹرکچر قائم ہو جاتا ہے جس میں کردار اور واقعات اسباب و علل کے رشتے میں پیوست ہو کر اس منطق کو جنم دیتے ہیں جس کی معقولیت اور معنویت ایک خصوصی نظام کی پیداوار ہے۔ اس طرح کردار کی داخلی حالت اور خارجی دنیا غیر متعلق ہو جاتی ہیں۔ استدلال کی سطح پر یہ نقطۂ نظر قابل پذیرائی ہے کیونکہ افسانہ نگار جو دنیا تخلیق کرتا ہے، وہ پہلے سے موجود نہیں ہوتی یا اگر پہلے سے موجود ہے تو وہ اسے از سرِ نو مربوط کرتا ہے۔ چنانچہ سوشل ریلسٹ پہلے سے موجود دنیا اور اپنے کرداروں میں اسباب و علل کا رشتہ استوار کر کے اخلاقی، سیاسی یا اقداری نتائج مرتب کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اس کے برعکس نئے افسانہ نگار واقعہ اور کردار میں اسباب وعلل کا رشتہ استوار کرنے کی بجائے کردار کو زندگی کی بوقلمی میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں- وہ واقعات کو جنم دینے کی بجائے خود ایک واقعہ بن جاتے ہیں- اور نئے افسانہ نگار اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں، کبھی صیغہ واحد حاضر میں اور کبھی صیغہ غیر متکلم میں- اردو کے نئے افسانہ نگاروں نے کہیں کہیں مظہریاتی اسلوب کو بھی استعمال کیا ہے لیکن معنی آفرینی سے قاصر رہے ہیں- کیونکہ ان کا اینٹی افسانے کا تصور ناقص ہے- افسانے میں کہانی کے عنصر کی تردید اس کے نعم البدل کا تقاضا کرتی ہے- اگر شعور کی رو اور تخیل کا تلازماتی عمل کسی سوچ یا احساساتی کیفیت کا حامل نہیں ہے تو یہ کسی طرح کا معنوی ڈیزائن مرتب نہیں کرے گا- اس طرح کے نثری اسلوب میں لفظ کا لفظ سے اور جملے سے جملے کا مربوط ہونا ضروری ہوتا ہے-

چنانچہ نئے افسانے کی تلاش میں نئی کہانی کی تلاش ضروری ہے، نئی کہانی زندگی کے موجودہ سٹرکچر کے درمیانی لاحقوں کی تشخیص کے ذریعے جنم لے سکتی ہے- وہ افسانہ نگار جو اپنے عہد کی تجریت سے گریز کرتا ہے وہ اپنے آپ سے اور اپنے شعور سے خائف ہے-

Scanned with CamScanner

افسانے

Scanned with CamScanner

ایک افسانے کی تیاری

☆☆☆ میرا بیٹا ڈاکٹر ہے اور دو سالوں سے بیکار ہے۔

☆☆☆ میرے بیٹے کی بیوی ڈاکٹر ہے جو ایک سال سے بیکار ہے۔

☆☆☆ پہلے اس نے ایک گلی میں کلینک چلایا تھا جو چلتے ہوئے بھی نہیں چلتا تھا۔

☆☆☆ پھر اس نے ایک لیڈی ڈاکٹر سے شادی کر لی تھی کہ دونوں مل کر کلینک چلائیں گے۔

☆☆☆ دونوں نے بہت محنت کی لیکن اوور ہیڈ اخراجات سے تنگ آ کر کلینک بند کر دیا۔

☆☆☆ وہ ایک سال سے بیکار ہیں اور شادی پر ملی سلامیوں پر گزر اوقات کر رہے ہیں۔

☆☆☆ تین سالوں کے وقفے کے بعد محکمہ صحت ڈاکٹروں کی بے روزگاری ختم کرنے کے لئے دور دراز علاقوں میں بنیادی ہیلتھ یونٹ کھولنے کا اعلان کیا ہے اور اچھی تنخواہ کا لالچ بھی دیا ہے۔

☆☆☆ تنخواہ پانچ ہزار، نہ کوٹھا نہ مکان۔

☆☆☆ میاں شمال میں اور بیوی جنوب میں۔

☆☆☆ بڑے شہروں کے بیکار ڈاکٹر چھوٹے شہروں میں نہ گئے، چھوٹے شہروں کے

Scanned with CamScanner

اکثر اسمبلیوں کے ممبروں کی انگلیاں تھام کر بڑے شہروں کے نزدیک آ گئے۔

☆☆☆ میرا بیٹا اور بیوی باہر نہیں گئے' وہ میرے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ شادی کرنے پر پچھتاتے ہیں۔

☆☆☆ دونوں ایک دوسرے سے یا بیکاری سے تنگ آ کر ایک دوسرے کو چھوڑنے پر مائل ہیں۔ دونوں جلاوطنی کے موقع کی تلاش میں ہیں' روزانہ اخباروں میں اشتہار دیکھتے ہیں۔ یہاں کی آب وہوا ان کے لئے تنگ سے تنگ تر ہوتی جا رہی ہے۔

☆

میں نے افسانہ شروع کرنے سے پہلے ہی اس کا پس منظر بیان کر دیا ہے حالانکہ مجھے پیش منظر سے پس منظر کی طرف جانا چاہیئے تھا۔ تاہم اگر پیش منظر اور پس منظر کو ملا بھی دیا جائے تو افسانہ نہیں بنتا' کہانی سے افسانہ بنانا پڑتا ہے' اس لئے میں اپنے آپ کو اس بیان میں شامل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

دراصل میں نے زندگی بھر کوئی کام نہیں کیا۔ میرے والد نے وراثت میں دو کوٹھیاں چھوڑی تھیں میں نے ایک کوٹھی بیچ کر اس کی رقم فکسڈ ڈیپازٹ میں جمع کرا دی تھی۔ اب میرا گزارہ اس کے سود پر ہوتا ہے۔

شکر ہے میری اولاد ایک بیٹے تک محدود ہے۔ میری گندی حرکتوں کی وجہ سے میری بیوی ایک مدت سے اپنے میکے میں مقیم ہے اس کی ماں اور ایک بھائی ابھی تک بقید حیات ہیں اور بند وغم سے آزاد ہیں۔ وہ کھاتے پیتے لوگ ہیں اس لئے انہیں میری ضرورت نہیں ہے۔

میں نے اپنے بیٹے کی شادی بادل نخواستہ کی تھی۔ میرا بیٹا اور اس کی بیوی لالچی قسم کی مخلوق ہیں جو میرے فکسڈ ڈیپازٹ کی رقم کو کنکھیوں سے دیکھتے ہیں۔ میرا بیٹا مجھے

Scanned with CamScanner

کاہلی اور عمر بھر کوئی کام نہ کرنے کے طعنے دیتا رہتا ہے میں اس کے عف عف کرنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ نئی نسل ہے ہی بدتمیز۔ میں نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسے فی الحال منسوخ تصور کیا جائے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں کئی دنوں سے ایک افسانہ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اپنی بیکاری کو چت کرنے کے لئے میں نے یہ نیا مشغلہ تلاش کر لیا ہے۔

☆

☆☆☆ میرا خیال ہے کہ افسانہ لکھنے کے لئے پہلے سے کردار بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ واقعات کے بیان سے خود بخود کردار بننے لگتے ہیں۔ انہیں آزاد رہنے دینا چاہیئے۔ میں کردار نہیں بناؤں گا لیکن اگر کردار خود بخود بنتے چلے گئے تو میں انہیں نہیں روکوں گا۔ لیکن کیا کرداروں کے بغیر افسانہ لکھا جا سکتا ہے۔ یہ کافی ٹیڑھا سوال ہے۔ یہ تو اسی قسم کا سوال ہے کہ کیا انسانوں کے بغیر زندگی ممکن ہے'؟

☆☆☆ میں نے ایک جگہ پڑھا ہے کہ افسانے کی ابتدا دلچسپ ہونی چاہیئے تا کہ یہ قاری کو اپنی طرف کھینچ لے۔ بعض اس کی ابتدا منظر نگاری سے کرتے ہیں اور بعض فلسفی بننے کی کوشش کرتے ہیں اور ادھر ادھر کے عمومی بیانات دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افسانے میں ابتدا' وسط اور انجام کی تین اکائیوں پر کار بند رہنا چاہیئے۔

☆☆☆ یہ میرا پہلا افسانہ ہے اور مجھے سب کچھ گڈمڈ ہونے کا احتمال ہے اس لئے میں جہاں سے چاہوں گا اسے شروع کر دوں گا اور جہاں چاہوں گا اسے ختم کر دوں گا۔

☆☆☆ یہاں ایک فرق بیان کر دینا ضروری ہے کہ کہانی اور افسانے میں فرق ہوتا ہے۔ افسانہ ایک ڈھانچہ ہوتا ہے جس میں کہانی کی لڑی چلتی ہے۔ میں اس کہانی کو سوچے سمجھے بغیر' کسی منصوبہ بندی کے بغیر لکھتا جاؤں گا' دیکھیں یہ افسانہ بنتا ہے یا کہانی تک پہنچ

Scanned with CamScanner

کردم توڑ دیتا ہے۔

☆☆☆ دراصل اس کہانی کا راوی میرا بیٹا ہے جسے خود راوی ہونا چاہئیے لیکن وہ کھردرا سا پروفیشنل قسم کا نوجوان ہے جسے ایسی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اسے پیسے کمانے کی دھن ہے اور وہ مجھ سے الگ رہنا چاہتا ہے

☆

☆☆☆ میرا بیٹا' اس کی بیوی اس کی بیٹی اور اس کا سابقہ ڈسپنسر اقبال کار میں سوار ہو کر کر شہر سے تیس میل دور ایک قصبہ چک تنبولی کی طرف جا رہے ہیں۔ کار کی ڈگی میں کچھ بچی کھچی دوائیاں ہیں جو میرے بیٹے نے کلینک بند کرنے کے بعد سنبھال لی تھیں۔

☆☆☆ اقبال ڈسپنسر سیاہ رنگ کا ہنومان کی شکل کا ایک دیہاتی ہے جو چک تنبولی کا رہنے والا ہے۔ وہ صبح شام پیسے دوگنے کرنے کے چکر میں رہتا ہے۔ اس افسانے میں اس کی شمولیت ضروری ہے کیونکہ وہ واقعات کو جنم دے گا۔ وہ اس بیان میں اپنی جگہ خود بنا لے گا۔ اس کے باپ کی تھوڑی سی زمین ہے جس پر اس نے اپنا ڈیرہ بنایا ہوا ہے۔ ڈیرے سے باہر اس نے ٹاہلی کے درخت پر ایک بورڈ آویزاں کیا ہوا ہے:

ڈاکٹر محمد اقبال

پی اے ٹو ڈاکٹر۔۔۔۔ (یہاں پر میرے بیٹے کا نام اور اس کی ڈگریاں درج ہیں۔)

☆☆☆ جب وہ میرے بیٹے کے کلینک میں کام کرتا تھا اس نے بہت سے نسخے یاد کر لئے تھے جن کی مدد سے وہ اپنے گاؤں کے لوگوں کا علاج کرتا ہے۔ وہ بہت زیادہ لالچی ہے اس لئے لوگوں کا اس پر اعتماد اٹھ گیا ہے۔ وہ مریضوں سے زبردستی پیسے چھین لیتا ہے بقایا پیسے واپس نہیں دیتا۔ جو مریض فیس دینے کے قابل نہیں ہوتا' اس کی جامہ تلاشی کرتا ہے اور بعد میں مارتا ہے کہ وہ غریب کیوں ہیں۔ اس کے پاس آنا بیماروں کی

Scanned with CamScanner

مجبوری ہے کیونکہ دور دور تک کسی ڈاکٹر کا نشان تک نہیں ہے۔

☆☆☆ آج صبح ہوتے ہی اس نے مسجد سے یہ اعلان کروا دیا تھا کہ شہر سے ایک بڑا ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر اس کے کہنے پر علاج کے لئے آ رہے ہیں، تمام مریض اس کے ڈیرے پر صبح دس بجے جمع ہو جائیں۔

☆☆☆ آج صبح ہوتے ہی بہت سے مریض اس کے ڈیرے پر جمع ہو چکے ہیں جو جو معذور ہیں انہیں چارپائیوں پر اٹھا کر لایا جا رہا ہے۔ اقبال عرف بالا کی آنکھوں میں بے تحاشا خوشی کی چمک ہے کہ ہر مریض خوش قسمتی ہے۔ اس نے پچاس روپیہ فیس لی ہے اور میرے بیٹے کو چالیس روپے بتائی ہے۔

☆☆☆ سہ پہر تک میرا بیٹا اور اس کی بیوی مسلسل مریض دیکھ رہے ہیں۔ ایک دیہاتی نے میرے بیٹے کو بتایا ہے کہ پانچ میل دور ایک سرکاری ڈسپنسری ہے جہاں صرف ایک چوکیدار رہتا ہے اور وہاں ڈاکٹر کبھی نہیں آیا۔ وہ اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ اوپر دے دیتا ہے

☆☆☆ very good میرے بیٹے کی بیوی نے دوسرے کمرے سے آواز لگائی ہے، تم بھی ایسا کوئی ہیلتھ یونٹ ڈھونڈ لو۔

☆☆☆ میرے بیٹے نے اس بات یا طعنے کا جواب نہیں دیا کیونکہ وہ بڑے انہماک سے مریض کا معائنہ کر رہا ہے۔

☆☆☆ بس میں اور مریض نہیں دیکھوں گا میں تھک گیا ہوں باہر مریضوں کی تعداد کم ہونے میں نہیں آتی۔ اس نے حساب لگا لیا ہے کہ ایک دن کی کمائی سے دو ہفتے آرام سے گزر جائیں گے۔

☆☆☆ باہر اقبال مریضوں کی جیبوں سے پیسے نکالنے اور لڑائی جھگڑا کرنے میں مصروف ہے اگر کوئی فیس کے پیسے نہیں دے سکتا تو وہ اس کی چادر اتار لیتا ہے۔ وہ مقررہ

Scanned with CamScanner

فیس سے ایک پیسہ کم لینے کے لئے تیار نہیں۔ وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پیسے اکٹھے کرنا چاہتا ہے۔ وہ مریضوں کو گالیاں بھی دے رہا ہے۔

☆☆☆ ''میرے پاس ڈلیوری کے دو کیس ہیں یہاں تو کوئی بندوبست نہیں ہے اس سے کافی پیسے مل جائیں گے'' دوسرے کمرے سے میرے بیٹے کی بیوی نے انگریزی زبان میں کہا ہے۔ اسی دوران اقبال گھبرایا ہوا میرے بیٹے کے پاس آیا ہے۔

☆☆☆ ڈاکٹر صاحب بڑے چوہدری صاحب نے آپ کو بلایا ہے ان کی ماں بیمار ہے۔

☆☆☆ میں ابھی نہیں آسکتا ہے' ابھی بہت سے مریض بیٹھے ہوئے ہیں۔

☆☆☆ ''ڈاکٹر صاحب آپ کمال کرتے ہیں؛ یہ کہہ کر اس نے میرے بیٹے کے گھٹنے پکڑ لئے ہیں۔ ''وہ علاقہ کا بڑا زمیندار ہے آپ نہ گئے تو وہ میرے گھر والوں کو لہو میں ڈال دے گا' یہ کہہ کر اس نے میرے بیٹے کا میڈیکل باکس اٹھا لیا ہے۔

☆☆☆ آپ کی والدہ کی شوگر بہت زیادہ ہے'' میرے بیٹے نے اپنا گلوکومیٹر بند کرتے ہوئے کہا ہے۔ اس نے ایک دوائی لکھ کر زمیندار کو دے دی ہے جسکی عمر پچاس برس کے قریب ہے۔ اس کی چار پانچ کنال کی کوٹھی ہے جو دیہاتی طریقے سے سجائی گئی ہے اس نے ایک سو روپیہ بطور فیس میرے بیٹے کو دی ہے جس نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر جیب میں ڈال لیا ہے۔

☆☆☆ چوہدری صاحب آپ کے علاقے کے لوگوں کی حالت بہت خراب ہے۔ اکثر لوگوں کو ٹی بی ہے اور دور دور تک علاج کا کوئی بندوبست نہیں ہے آپ کچھ کریں۔ یہ گاؤں والے آپ کے بچے ہیں۔

☆☆☆ زمیندار شکل سے کن کٹا لگتا ہے' اپنا تلے والا کھسہ پہن کر کہنے لگا ہے'' یہ

Scanned with CamScanner

حکومت کی ذمہ داری ہے''۔ یہ کہہ کر اس نے ڈرائیور کو گاڑی باہر نکالنے کے لئے کہا ہے۔

☆☆☆ ڈاکٹر صاحب آپ جوان ہیں اس لئے جذباتی ہیں' آہستہ آہستہ آپ کو ایسی باتیں سننے کی عادت ہو جائے گی۔ میں اصل میں شہر میں اپنی دوسری بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔ گاؤں میں میری والدہ کے ساتھ میری پہلی بیوی رہتی ہے۔ ہم دیہاتی لوگ چھوٹی چھوٹی بیماریوں کی پرواہ نہیں کرتے 'وہ خود ہی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔''

☆☆☆ اقبال نے میڈیکل باکس اٹھا لیا ہے۔Bastard کمرے سے باہر نکلتے ہوئے میرے بیٹے نے کہا ہے۔

☆☆☆ میرا بیٹا اپنی تھکن بھول کر پھر مریض دیکھنے میں مصروف ہو گیا ہے دوسرے کمرے میں اس کی بیوی حاملہ عورتوں کا معائنہ کر رہی ہے ایک عورت درد سے بلبلا رہی ہے۔

☆☆☆ میرے بیٹے نے جھنجلا کر کہا ہے''اسے آزاد کرو۔''

☆☆☆ کیسے کروں یہاں نہ تو کوئی اوزار ہے اور نہ ہی کوئی دوائی' دستانیں تک نہیں ہیں۔ اقبال نے کس قسم کا کلینک بنایا ہوا ہے۔''

☆☆☆''ڈاکٹر صاحبہ دستانے تو ہیں لیکن اونی ہیں۔''

☆☆☆ شٹ اپ' ایڈیٹ''

☆☆☆ باہر ان دو حاملہ عورتوں کی ساسیں بہ بانگ دہل لڑکوں کی پیدائشوں کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

☆☆☆ ایک دوسرے کو کہہ رہی ہے''فضلو کے اوپر نیچے تین بیٹیاں ہوئی ہیں' اس مرتبہ بھی لڑکی ہوئی تو میں اس کے لئے ایک اور لگائی لے آؤں گی۔''

Scanned with CamScanner

☆☆☆ دونوں حاملہ عورتیں میرے بیٹے کی بیوی کے سامنے تھر تھر کانپ رہی ہیں۔ان میں ایک نے ڈرتے ہوئے پوچھا ہے ''ڈاکٹرنی لڑکا کیسے پیدا ہوتا ہے؟

☆☆☆ جیسے لڑکی پیدا ہوتی ہے۔لڑکا اور لڑکی دونوں مرد پیدا کرتے ہیں میرے بیٹے کی بیوی نے مریضہ کی شلوار میں ہاتھ ڈال کچھ ٹٹولتے ہوئے کہا ہے اسے ایک دم کچھ یاد آ گیا ہے اور ایک شرارہ اس کی آنکھوں کے سامنے فضا کو کاٹتا ہوا غائب ہو گیا ہے۔ جب الٹراساونڈ کی مشین نے اسے بتایا تھا کہ اس کے پیٹ میں لڑکی ہے تو وہ سر پٹخنے لگی تھی۔

☆☆☆ باہر ایک چیخ بلند ہوئی ہے میرا بیٹا اور اس کی بیوی گھبرا کر باہر نکلے ہیں چار آدمی ایک عورت کو میت کی طرح چارپائی پر لے کر کھڑے ہیں' ان کے ساتھ گاؤں کی کچھ عورتیں بھی ہیں۔

☆☆☆ اقبال ایک چیتے کی طرح جست لگا کر ان کی طرف بڑھا ہے اور چارپائی پر چیخ وپکار کرتی ہوئی مریضہ کے خاوند کے بارے میں پوچھا ہے۔ایک ادھیڑ عمر دیہاتی اس کی طرف بڑھا ہے۔

☆☆☆ چوہدری یہ چارپائی پر تمہاری تیمی ہے''۔

☆☆☆ ''ہاں''۔

☆ اقبال نے اشارہ کر کے چارپائی کو نیچے زمین پر رکھوایا ہے۔ چوہدری ڈاکٹرنی کی دوسو روپیہ فیس ہے بچہ پیدا کروانا ہے' کوئی آسان کام نہیں ہے''۔

☆☆☆ بالے میری پاس پچاس روپے ہیں' اس نے منمنا کر کہا ہے

☆☆☆ ''اسے دائی کے پاس لے جاؤ''۔

☆☆☆ وہ کہتی ہے یہ خطرناک کیس ہے''۔

☆☆☆ اسی لئے اس کی فیس دوسو روپیہ ہے۔ ادھیڑ عمر کے دیہاتی نے جیب سے

Scanned with CamScanner

پچاس روپے کا ایک میلا کچیلا نوٹ نکال کر اقبال کی طرف بڑھایا ہے، جو گومگو کے عالم میں ہے۔

☆☆☆ واہ شیر کے بچے کبھی پچاس روپے میں بھی بچہ پیدا ہوتا ہے'' یہ کہہ کر اقبال کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنی صدری میں ہاتھ ڈال کر اکٹھی کی ہوئی رقم گن رہا ہے۔ وہ کرسی سے ایک دم اٹھا اور چارپائی پر لیٹی عورت کے خاوند کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا ہے۔

☆☆☆ ''سنو چوہدری، تیری ٹماٹر کی تین پیلیاں ہیں ایک کی فصل مجھے دے دو، اور بچہ لے لو''

☆☆☆ میرے بیٹے کی بیوی ہاتھ میں سٹیتھوسکوپ لئے کمرے سے باہر نکلی ہے اور سب کے سامنے چارپائی پر لیٹی عورت کے اوپر سے چادر اٹھا کر سب کے سامنے اس کا معائنہ کرنے لگی ہے اس نے اپنی آستینیں چڑھالی ہیں۔ ایک دیہاتی لوٹے سے اس کے ہاتھ دھلانے لگا ہے۔ میرے بیٹے کی بیوی نے غصے سے کہا ہے ''ہنومان کے بچے سب کے سامنے ڈلیوری کر دوں، تم لوگ پیچھے ہٹو، چاروں طرف چارپائیاں کھڑی کر دو اور اب پر چادریں ڈال دو''۔ ہجوم میں موجود لوگ کھسیانے ہو کر پیچھے ہٹنے لگے ہیں۔

☆☆☆ ''ڈاکٹر صاحبہ آپ بچہ کھینچنے کی کریں ڈبل فیس طے ہوئی ہے۔''

☆☆☆ ''شٹ اپ''

☆☆☆ وہ چارپائیوں کی اوٹ میں ڈلیوری میں مصروف ہے زچہ کی دلخراش چیخیں بلند ہوئی ہیں اور کچھ وقفے کے بعد ایک بچے کی رونے کی آواز سنائی دی ہے۔ وہ چارپائیوں کی اوٹ میں سے باہر نکلی ہے اس کے ہاتھ خون آلود ہیں۔

☆☆☆ لڑکا، لڑکی؟ ہجوم میں سے آوازیں اٹھی ہیں۔

Scanned with CamScanner

☆☆☆انسان، میرے بیٹے کی بیوی نے چیخ کر کہا ہے۔ ''اس کی آنول کیسے کاٹوں''

اس نے میرے بیٹے سے پوچھا ہے۔

☆☆☆ہجوم میں سے کسی عورت نے کہا ہے'' ہرمل کے دھوئیں سے۔۔''

☆☆☆''جاہل کہیں کی''

☆☆☆اتنے میں ایک بڑھیا ہجوم کو کاٹ کر باہر نکلی ہے اور ایک پرانے سے کپڑے میں نوزائیدہ کو لپیٹنے لگی ہے پھر ایکدم چیخنے لگی ہے'' ڈاکٹرنی اسے سانس نہیں آ رہا، تین پوتیوں کے بعد پوتا ملا ہے، کچھ کرو خدا کا واسطہ ہے۔''

☆☆☆میرے بیٹے نے بچے کا معائنہ کر کے اپنی بیوی سے کہا ہے '' aspiration کی ضرورت ہے۔''

☆☆☆''یہ میں کس طرح کر سکتی ہوں''۔

☆☆☆میرے بیٹے نے ایک دیہاتی کو کہا ہے کہ وہ جلدی سے بوتل پینے والا تیلا لے کر آئے۔ یہ کہہ کر اس نومولود کے حلق میں تیلا اتارا ہے اور اس کی دادی سے کہا ہے کہ وہ دوسری طرف سے زور زور سے اندر کی طرف سانس کھینچے۔

☆☆☆اس عمل سے بچے کے حلق سے لیس نکلنے لگی ہے جس سے اس کی چیخیں کم ہو گئی ہیں

☆☆☆مائی گاڈ یہاں سے چند میل دور سب سہولتیں موجود ہیں'' یہ کہہ کر میرا بیٹا اپنا میڈیکل باکس کی چیزیں اکٹھی کرنے لگا ہے، اس کی بیٹی شرارتیں کر کے چارپائی پر سو گئی ہے۔ اس کی جانے کی تیاری دیکھ کر اقبال تیزی سے اندر داخل ہوا ہے اور میرے بیٹے کے ہاتھ سے میڈیکل بکس پکڑ لیا ہے۔

☆☆☆''ڈاکٹر صاحب ابھی تو بہت سے مریض باقی ہیں۔''

Scanned with CamScanner

☆☆☆ ''میں تھک گیا ہوں اور مریض نہیں دیکھوں گا''۔

☆☆☆ ''بالے کتنی فیسیں جمع ہوئی ہیں'' میرے بیٹے کی بیوی نے سختی سے پوچھا ہے

☆☆☆ ''ڈاکٹر صاحبہ میں نے ابھی گنتی نہیں کی۔''

☆☆☆ ''out with the money'' اس نے پھر سختی سے کہا ہے۔

☆☆☆ اقبال ہنومان کی منہ بنا کر جیبوں سے پیسے نکال رہا ہے۔'' وہ پیسہ بھی نکالو جو تم نے چھپائے ہوئے ہیں اور لوگوں سے کتنا ادھار کیا ہے''؟۔ میرے بیٹے کی بیوی نے اس سے سختی سے پوچھا ہے۔

☆☆☆ ڈاکٹر صاحبہ چار مریضوں سے۔''

☆☆☆ میرے بیٹے کی بیوی نے گن کر سارے پیسے بالے سے وصول کر لئے ہیں اور اسے ایک سو روپے کا نوٹ دیا جس پر اس کا منہ بن گیا ہے۔۔'' دیکھو بالے جن لوگوں سے تم نے ادھار کیا ہے ان کے پیسے تم رکھ لینا۔''

☆☆☆ میرے بیٹے نے اپنی بیٹی کو کاندھے پر بٹھا لیا ہے اور انتظار میں ہے کہ بالا اس کا میڈیکل باکس اٹھا لے لیکن اس نے منہ دوسری طرف کر لیا ہے۔

☆☆☆ ڈاکٹر صاحب میرا حق زیادہ بنتا ہے' اگلی اتوار پھر۔۔۔؟''

☆☆☆ ''بس اب نہیں''۔ میں ڈاکٹر ہوں قصائی نہیں ہوں''۔ یہ کہہ کر میرے بیٹے نے کار سٹارٹ کر دی ہے۔

پس نوشت

میں نے کہانی کو افسانہ بنانے کی پوری کوشش کی ہے اور بہت سے پینترے بھی بدلے ہیں۔ لیکن جب کہانی افسانہ بننے لگی تو سارے پینترے دھرے کے دھرے رہ گئے اور کہانی مجھ سے پوچھے بغیر خود بخود افسانہ بن گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

امین جگلو

میں کالج کے زمانے سے اس لفظ سے آشنا ہوں لیکن اس کے معنی سرسری طور پر جانتا تھا۔ میرے حافظے میں یہ لفظ کہیں اٹکا ہوا تھا؛ کل رات اپنی بے خوابی سے بیزار ہو کر میں انٹرنیٹ پر سیاحت کر رہا تھا میں نے یونہی لفظ Jigolo لکھ کر اس کے معنی دیکھے---

It is the sale of sexual services by a male prostitute commonly called as "hustler" or " rent boy" either with male or female clients"----یہ پڑھتے ہی میرا ذہن اپنے سابقہ ڈرائیور امین کی طرف متوجہ ہوا۔

☆

میں ایک خود ساختہ ماہر جنسیات ہوں-نہیں، میں بنیادی طور پر زواولوجی کا اسٹنٹ پروفیسر تھا- میں نے جس دن ملازمت کے پچیس برس مکمل کئے اس دن کالج کے پرنسپل سے میرا جھگڑا ہو گیا- بات اتنی معمولی بھی نہیں تھی- میری الیکشن میں ڈیوٹی بطور پولنگ افسر لگا دی گئی دی-- میں نے احتجاج کیا کہ میں اسٹنٹ پروفیسر ہوں، بہت سینئر ہوں، میں نے ڈاکٹریٹ کی ہوئی ہے، یہ کام کسی لیکچرر کو دیا جائے-- پرنسپل گوجرے کا رہنے والا ایک اڑب مزاج پینڈو تھا- اس بات پر تکرار ہو گئی اور میں پینشن پر چلا گیا- یہ فیصلہ اتنا بڑا نہیں تھا کیونکہ ملازمت کی بقایا معیاد میں بھی میں نے یہی کام کرنا تھا- لیکن بغیر تنخواہ کے قلیل سی پینشن پر زندہ رہنا اتنا آسان نہیں ہے- ایک آدھ سال بدحالی کا موسم کاٹا پھر

Scanned with CamScanner

کافی سوچ بچار کے بعد یہ کلینک کھولا۔

ایک دن میرا پرانا رفیق کار مجھے ملنے آیا اور اس نے جھٹ سے کہا۔۔

''پروفیسر تم زواولجی کے ڈاکٹر ہو، تمہارا کام کیڑے مکوڑوں کا مطالعہ رہا ہے۔ نفسیات اور جنسیات کا کام تم نے کیسے شروع کر دیا،،

''پروفیسر غلام علی تم ٹھیک کہتے ہو۔ انسان بھی تو کیڑا مکوڑا ہے، سب کا نظام ایک جیسا ہی ہے، اگر میں کیڑے مکوڑوں کو سنبھال سکتا ہوں تو انسان کیا چیز ہے۔ اس ملک میں سب کچھ چلتا ہے۔ اگر ایک ریٹائرڈ انجینئر ہومیو پیتھ کا کام کر سکتا ہے تو میں ماہر جنسیات کیوں نہیں بن سکتا؟۔ یہاں سب کام اسی طرح چلتے ہیں،، میرا رفیق کار میری بات پر مسکرایا اور پھر اپنی جنسی خواہش کے زوال کا واویلا کرنے لگا۔

میں نے اس موضوع پر کافی کتابیں پڑھی ہیں ہیں، نفسیات کا مطالعہ بھی کیا ہے اور کچھ ابتدائی معلومات طبی کتب سے بھی حاصل کی ہیں۔ اس لئے میرا مریضوں سے رویہ عام سنیاسیوں کی نسبت مختلف ہے۔ میں کچھ دوائیں وغیرہ تو استعمال نہیں کرواتا لیکن ہامونز، سیٹر واڈز اور اس قسم کے انابولک دوائیاں بھی مریضوں کو دیتا ہوں۔ چونکہ آج کل ویاگرہ کا بہت چرچا ہے، میں نے اس کے بارے میں جملہ معلومات حاصل کیں ایک دو ڈاکٹروں سے بھی مشورے کئے۔ سب نے احتیاط کا مشورہ دیا ہے کہ مریض کو سو فیصد فٹ ہونا چاہیئے، وہ دل کا مریض نہ ہو، اسے شوگر نہ آتی ہو، اسے بلڈ پریشر نہ ہو کیونکہ ویاگرہ نگلنے کے بعد جنسی عمل کا دورانیہ بہت طویل ہو جاتا ہے۔ میں کسی مریض کو یہ دوائی دینے سے پہلے کسی ڈاکٹر سے فٹ نیس کا سرٹیفکیٹ مانگتا ہوں۔ میں سٹیروائڈز،، ہامونز اور اس قسم کی ادویات بہت مہنگے داموں دیتا ہوں۔ یہ دوائیاں میں اپنی شیشیوں میں اپنے ہی ناموں کے لیبل لگا کر فرخت کرتا ہوں، فیس مشورہ الگ لیتا ہوں۔ کچھ دنوں کے

Scanned with CamScanner

بعد مریض کی جنسی بے حسی میں حرکت پیدا ہوتی ہے- اس میں میرا کوئی نہیں ان ادویات کا کمال ہے- میرا کام چل نکلا ہے اور میں خوشحال ہوں- اس لئے کہ اب میں لوگوں کے ازار بند کھولنے اور بند کرنے جانتا ہوں- لوگ مجھ پر اعتبار کرتے ہیں کہ میں شائستہ اور پڑھا لکھا آدمی ہوں- کاش میں پروفیسری کی بجائے اس کام سے زندگی کا آغاز کرتا-

میرے پاس ہر طبقے کے لوگ آتے ہیں- سب کا مسئلہ ایک ہی ہے کہ جنسی قوت میں اضافہ کس طرح کیا جائے- میں ہر ایک کے ذاتی حالات کے مطابق مشورہ دیتا ہوں- میرا پاس ایک نوجوان متعدد بار آ چکا ہے اور وہ بار بار کہتا ہے'-

''سر میں راسپوٹین بننا چاہتا ہوں جو زار روس کی بیگم سے لے کر روسی امراء کی بیویوں تک جا پہنچا تھا- اس کے پاس ایک مذہبی طاقت بھی تھی-،،

میں نے اسے ہنس کر کہا' اس کے پاس مذہبی نہیں جنسی طاقت تھی- اس کے انجام کا پتہ ہے''

'بالکل پتہ ہے- اس کے عضو کو کاٹ کر پیرس میں ایک مرتبان میں محفوظ کر لیا گیا تھا-،،

''نوجوان' طوالت کا لذت سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ مردوں کی جہالت یا انا کا مسئلہ ہوتا ہے- نارمل زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو-،، طرح طرح کے لوگ اور طرح طرح کی باتیں-

امین جگلو سے میری ملاقات صرف دس دن رہی لیکن یہ مختصر ملاقات مجھے زندگی کا ایک اور رخ دکھا گئی جو ابھی تک میری نگاہوں سے اوجھل رہا ہے- مجھے شہریوں کی نسبت دیہاتیوں سے گفتگو کا زیادہ مزہ آتا ہے- وہ چھپ چھپا کر بات کرنے کی

Scanned with CamScanner

بجائے اپنے مدعا، کو براہ راست بیان کرتے ہیں- اگر چہ وہ عیاری اور حیلہ سازی میں بعض اوقات شہریوں کے کان کاٹتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی بات کی صداقت اسی طرح قائم رہتی ہے- وہ میٹر آف فیکٹ قسم کے لوگ ہوتے ہیں- شہری ہر بات مکر سے شروع کرتا ہے- اگر وہ ورکنگ کلاس کا ہے تو اپنی شرافت کے چرچے اور معاوضے کے تعین میں ہمیشہ کہے گا'' جناب پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں،، میرا یہی برجستہ جواب ہوتا ہے-'' لیکن یہ ایک ہی ہتھیلی سے پھوٹتی ہیں اس لئے ان تمام کی ایک ہی خصلت ہوتی ہے- ملک میں بے روزگاری، مہنگائی، کام کی کمی کی، اور مبالغہ آمیز افزائش نسل کی وجہ سے اب لاکھوں کی تعداد میں دیہاتی شہروں میں آ بسے ہیں اور یہاں وہ زندہ رہنے کے لئے اسفل سے اسفل کام کرنے کے لئے بھی تیار ہیں- وہ اپنے دیہاتوں میں برادری کے دباؤ میں آ کر صرف ووٹ دینے کی حد تک سیاست کرتے ہیں- شہروں میں آ کران کی بلا سے کون حکمران ہے،- کوئی وردی پہنتا ہے یا اتارتا ہے،

'' سر جی میں تو بنیان پہنتا ہوں،، وہ بھی رات کو گرمی میں اتار دیتا ہوں، یہ ٹی وی والے کیا باتیں سناتے رہتے ہیں،،-

مجھے امین جگلو کی اس بات پر اشفاق احمد بہت یاد آئے جو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ٹی وی پر دیہاتی کی روایتی دانش اور فراست کی تعریف کرتے ہوئے اسے اپنانے کی تلقین کرتے ہیں- پھر مجھے خیال آیا کہ اشفاق احمد کے مطابق ایک جاہل بوڑھا ہی اچھی بات کر سکتا ہے- ایک جگلو نہیں- جگلوز اٹلی میں بہت ہوتے ہیں، اور اشفاق احمد تو انہیں اچھی طرح سے جانتے ہوں گے- ایک اچھی بات کے لئے ہمیں با ریش بزرگ یا جگلو میں فرق میں کرنا چاہئیے- مسئلہ اچھی بات کا ہے- لیکن اچھی بات کیا ہوتی ہے؟ یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے- ہم تو امین جگلو کے ساتھ کچھ وقت بسر کرنا چاہتے ہیں-

Scanned with CamScanner

آپ پوچھ سکتے ہیں کہ میں نے ایک ٹھیک ٹھاک دیہاتی کو خوامخواہ جگلو بنا دیا ہے- یہ بات خود میری سمجھ میں نہ آئی- لیکن جب اس کے بارے میں چند باتیں معلوم ہوئیں تو میں نے بغیر کسی وجہ کے اس کے نام کے ساتھ جگلو کا اضافہ کر دیا- میرا ایک دوست اس کا نام سن کر بہت ہنسا-

''یار تم نے بھی عجیب بات کی ہے- جگلو وغیرہ امریکا یا یورپ میں ہوتے ہیں - یہاں تو ساری مرد آبادی مفت یہ کام کرنے کے لئے چوکس رہتی ہے- تم نے کہاں کا ٹانکا کہاں ملا دیا-،،

میرا یہ دوست ایک بیوروکریٹ ہے اس لئے اس کی افہام کی سطح میرے نزدیک امین جگلو سے ملتی جلتی ہے، بس انیس بیس کا فرق ہے- وہ قسمت کا دھنی بغیر کام کے موجیں اڑاتا ہے- وہ کہتا ہے کہ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ جاتا ہے، ماتحت کام کرتے ہیں، وہ کافی اور سگرٹ پیتا ہے، ٹیلیفون پر گپیں لگاتا ہے، ہر ضرورت محکمے کے خرچے سے پوری ہو جاتی ہے- یا پھر غرض مند باقی کا کام کرتے ہیں- تنخواہ بچ جاتی ہے،،- اس طرح کی موجیں تو امین جگلو بھی اڑاتا ہے- اس نے عمر بھر دو تین مہینوں تک کام کیا تھا- پھر وہ بھی چھوڑ دیا- اسے تین وقت کی روٹی مل جاتی ہے- صاف کپڑے پہنتا ہے، سگرٹ بھی پیتا ہے- وہ پیشے کے اعتبار سے اپنے آپ کو ڈرائیور کہتا ہے، گزشتہ دس برسوں سے فارغ ہے-

''اللہ بڑا کارساز ہے، میرا کام چلتا رہتا ہے- جب بہت کڑکی ہو تو ایک آدھ دن ویگن چلاتا ہوں، اپنی دہاڑی بنا لیتا ہوں- یہ بات میں اپنے گھر والوں کو نہیں بتاتا کیونکہ وہ پیسے مجھ سے چھین لیں گے- اس لئے میں اکیلا ہی اپنی کمائی کھا لیتا ہوں،، وہ مسکرایا اور میری کار صاف کرنے لگا-

Scanned with CamScanner

امین جگلو ضلع قصور کے ایک موضع کا رہنے والا ہے- اس نے اور اس کے کنبے نے اس شہر میں کن وجوہات کی بنا پر نقل مکانی کی یہ بتانے کی ضروت نہیں ہے- میں جس جگہ پر رہتا ہوں وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بستی ہے جو کسی بلدیاتی سکیم کا حصہ نہیں ہے، یہ ایک ناجائز آبادی ہے- زمین سرکار کی اور دیہات سے جو آدمی آیا اس نے دو تین مرلوں پر جگہ پر قبضہ کر لیا وہ اس کی ہوگئی- اس علاقے کے بعض آرائیوں نے وہاں زمین خرید کر بے شمار کواٹر اور دو دو کمروں کے مکان بنا لئے ہیں جن میں دیہاتوں سے آئے ہوئے نادار طالع آزماؤں سے پندرہ کی تعداد میں ایک کواٹر میں رہتے ہیں اور ایک کواٹر کا کرایہ ایک ہزار روپے سے کم نہیں ہے- امین جگلو اور اس کا کنبہ دس پندرہ افراد پر مشتمل ہے- کیونکہ گاؤں سے ان کے چاچے مامے آتے جاتے رہتے ہیں- اسی طرح ذرا سی بات ہو تو اس کے خاندان کا قافلہ گاؤں کی طرف روانہ ہوتا ہے مجھے امین جگلو کے بارے میں جملہ معلومات اس کی بیٹی پروین اور اس کی بیوی ناہید کے ذریعے ملتی ہیں- پروین میرے گھر میں جز وقتی ملازمہ ہے جو صبح ایک گھنٹہ بڑی تیزی سے کام کرتی ہے- وہ کام چور ہے اور ٹالو قسم کا کام کرتی ہے جس پر میری بیوی چیختی رہ جاتی ہے- ناہید ہر پندرہ منٹوں کے بعد میرے گھر میں آتی ہے، بیرونی گیٹ میں کھڑی ہو کر متلاشی نظروں سے پروین کو تلاش کرتی ہے- وہ یہ جانا چاہتی ہے کہ پروین جسمانی طور پر محفوظ ہے میں اس کی بار بار آمد سے چڑ جاتا ہوں- وہ کبھی کبھار پروین کا ہاتھ بھی بٹاتی ہے ناہید کی عمر پینتالیس برس کے قریب ہوگی- رنگ صاف بڑی بڑی سی معنی خیز آنکھیں، دبلی پتلی- اس کے ظاہری حلیے سے صاف لگتا ہے کہ محنت مشقت نے اسے چھیل کر رکھ دیا ہے- اس کے سات بچے ہیں- ایک دن وہ کسی کام سے میرے گھر باہر گیٹ پر کھڑی تھی میں نے دیکھا کہ ایک ہی شکل کے تین لڑکے تھے جو تین چار پانچ برس کے ہونگے، میں نے

Scanned with CamScanner

ایک نو آموز بچے کی طرح گنتی کی- وہ گیٹ سے باہر اس کی منتظر تھے-

"تمہارے کتنے بچے ہیں؟"-

"سات"-

ماشااللہ"، میں نے طنز سے کہا اور وہ میری ماشااللہ کا مطلب نہ سمجھی-

"جی میں اپنے خاوند کی ملازمت کے لئے آئی ہوں، بہت اچھا ڈرائیور ہے• پروین کی شادی کرنی ہے، اس لئے ہمیں نوکری کی ضرورت ہے-"

کچھ دیر کے بعد اس کا خاوند امین جگلو آ گیا- سانولے رنگ کا آدمی، دونوں جانب ڈھلکی ہوئی مونچھیں، ناک مناسب لیکن بڑا، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں، سر کے بال سیدھے جن پر کافی تیل چپڑا ہوا تھا دائیں ہاتھ میں دو انگوٹھیاں اور ایک بڑی سے رسٹ واچ- عمر سینتالیس اٹھتالیس کے قریب- شکل سے اطالوی ایکٹر امیڈیو نظاری کا پاکستانی ایڈیشن لگتا تھا-

"کیا کیا چلا لیتے ہو؟"

"ٹریکٹر، ٹرالی، ٹرک، کار، جو کچھ بھی سامنے آ جائے"

اس کا جواب احمقانہ تھا لیکن مجھے ایک ماہ کے لئے ڈرائیور کی ضرورت تھی کیونکہ میرا ڈرائیور شادی کرانے گاؤں گیا ہوا تھا اور جانے سے پہلے وہ مجھ سے قوت باہ کی فزونی کے لئے وافر ادویات لے گیا تھا- میں نے اسے سمجھایا کہ تم نوجوان ہو اور تمہیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے- اس پر اس نے مجھے جواب دیا تھا--

"ڈاکٹر صاحب اسے بھی پتہ چلے کہ اس نے کسی جنے سے ویاہ کیا ہے-"

امین جگلو نے میری ملازمت شروع کر دی- وہ اچھا ڈرائیور تھا کہ دوسرے دن ہی میں نے محسوس کر لیا کہ وہ بڑے دباؤ میں رہتا تھا- وہ پینڈو تھا اور اسے شہر کی

Scanned with CamScanner

گلیوں اور سڑکوں کا بالکل پتہ نہیں تھا جس سے میں بہت زیادہ زچ ہوتا- ادھر مجھے یہ خدشہ تھا کہ میرے ڈرائیور کو عورت کی چاٹ پڑ گئی تو وہ واپس نہیں آئے گا- میری دی ہوئی ادویات اپنے معجزے دکھا رہی ہوں گی-

ایک ماہ ہو چکا تھا اور میری تشویش حقیقت بن رہی تھی- میرا ڈرائیور ڈیوٹی پر واپس نہ آیا- ادھر امین جگلو ڈیوٹی سے غیر حاضر ہونے لگا تھا- مجھے اس کی بیٹی پروین نے ایک دن بتایا کہ امین جگلو نے گاؤں میں ایک اور عورت رکھی ہوئی ہے جو بڑی تماش بین ہے، اس نے ابا کی ٹرالی بکوادی تھی جو اس نے قسطوں پر لی تھی-

''اوئے اپنی عمر دیکھ سات بچوں کا باپ ہے، اوپر سے قرضہ چکانا ہے-،،

جب میں نے امین جگلو کو ڈانٹا تو ناہید پاس کھڑی تھی اس نے محبت بھری نگاہوں سے امین جگلو کی طرف دیکھا-

''نہیں ڈاکٹر صاحب اس نے سب کام چھوڑ دیئے ہیں-،، میں نے ایک بات نوٹ کی کہ ہر صبح ناہید امین جگلو کو میرے گھر اس طرح چھوڑنے آتی جیسے ماں بچے کو سکول چھوڑنے جاتی ہے-

امین جگلو نے یکا یک کام پر آنا بند کر دیا- میں مجھے پروین نے بتایا کہ اس کے باپ کو گردہ درد رہتی ہے- اس لئے وہ کام نہیں کر سکتا- اگلے دن امین جگلو مجھے ملنے آیا، اس وہ تھکا تھکا سا تھا--

''اوئے تم اپنی گردہ درد کا علاج کیوں نہیں کراتے،،-

''بس ڈاکٹر صاحب تنگی رہتی ہے، اسی طرح کام چلا لیتا ہوں-''

''تم نے نوکری چھوڑ دی ہے، اتنا بڑا ٹبر ہے، کون پالے گا؟،،-

''بس اللہ کی دین ہے پانچ بچے مختلف گھروں میں کام کرتے ہیں، ٹکر مل جاتا

Scanned with CamScanner

ہے۔،،

،،انہیں پڑھاؤ،،۔

،،ڈاکٹر صاحب پڑھائی سے کیا فائدہ۔،،

،،اولاد تم نے پیدا کی ہے۔ ذمہ داری تمہاری ہے۔،،

،،ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب میں دو دو کام نہیں کر سکتا۔،،

،،دوسرا کام کون سا۔؟،،

،،میں نے ناہید کو کہہ دیا ہے کہ میں ایک ہی کام کر سکتا ہوں، ڈاکٹر صاحب بڑی سیانی عورت ہے میری بات سمجھ گئی۔

،،تم ایک ہی کام کرو، میں تمہاری جگہ کسی اور گھر کا کام پکڑ لیتی ہوں، تم اپنی صحت ٹھیک رکھو۔ میں کماتی ہوں اور تم کھاؤ، تمہیں تھوڑا بہت خرچہ بھی دے دیا کروں گی۔،،۔

میں نے امین جگلو کی بات ضرور سنی لیکن اس کے مطلب کو نہ پا سکا اور اس کی طرف دیکھا۔ وہ تاڑ گیا کہ میں اس کی بات نہیں سمجھ سکا تھا۔

،،ڈاکٹر صاحب مجھے بھی کوئی ایسی دوائی دیں میرا کام چلتا رہے، اب بہت کمزوری ہو جاتی ہے۔ مجھے ساری رات جاگنا ہوتا ہے۔ یہ زنانی مجھ سے اتنی مشقت کراتی ہے کہ مجھے سانس چڑھ جاتا ہے۔ بعض دفعہ مجھ سے کچھ نہیں ہوتا تو وہ مجھے گالیاں دینے لگتی ہے، ٹھڈے مارتی ہے، کہتی ہے جاؤ اور ڈرائیوری کرو۔،، ڈاکٹر صاحب یہ میری نوکری کا مسئلہ ہے کوئی تیز سے دوائی دیں۔،،۔

Scanned with CamScanner

سفر نامہ

مجھے نیند بہت کم آتی ہے، پہلے میں اس کی منت سماجت کیا کرتا تھا اب میں اس سے لاتعلق ہو گیا ہوں۔ دن بھر کے کام کاج کے بعد مجھے تھک ٹوٹ کر سو جانا چاہئے لیکن جونہی سورج کا دیا دھیرے دھیرے نیچے جاتا ہے میرا ذہن زیادہ پھرتیلا ہو جاتا ہے۔ میں ان تفکرات کو بھول جاتا ہوں جو دن بھر میری جان کھاتے ہیں میں نے رات اپنے لئے وقف کی ہے۔ میں نے اپنے لئے نہایت مختصر پلنگ بنوایا ہے جس پر میرے سوا کوئی دوسرا نہیں سو سکتا۔ احمق لوگ ڈبل بیڈ پر بڑے شوق سے سوتے ہیں، ایک ہی بستر پر دوسرے وجود کو برداشت کرنا کتنا مشکل ہے؛ اپنا وجود ہی بہت بوجھل ہوتا ہے۔ میں اپنے پلنگ پر بے سدھ لیٹا ہوا رات کے سمندر میں نیویگیشن کرتا ہوں، ہچکولے کھاتا ہوا کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔۔ آزادی کے ساحلوں پر ناریل کے اونچے اونچے درخت، سبزہ و گیاہ، سمندر کی سرگوشیاں، نیم گرم اور نیم ٹھنڈی ہوا، رنگین روشنیوں سے منور باروں سے موسیقی اور روشنی کا رقص، تنومند عورتیں کے پھٹتے ہوئے بدن، سمندر کی نم آلود ہوا اور دو گرم سانسوں کی دھڑکن، سب کچھ بے حجاب۔۔ اپنی ذات کی نیویگیشن، اور ان فیصلوں پر تاسف جو میں نہیں کر سکا۔ میں یہاں مجبوری کے لمحات بسر کر رہا ہوں جہاں تمام معاملات کی سطح اتنی گری ہوئی ہے کہ ہر کوئی ایک بھیڑیے کی طرح غراتا پھر رہا ہے۔ تاریکی کی لہروں سے میرا پلنگ جسے میں یولیسز کا جہاز کہتا ہوں، ہچکولے کھاتا ہے اور میں عالم ہوش میں پھر اسی دنیا میں آ جاتا ہوں جو میری نہیں ہے۔ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ جب میں سوتا ہوں تو

Scanned with CamScanner

میں جاگ رہا ہوتا ہوں، جب جاگ رہا ہوتا ہوں تو میں غنودگی میں ہوتا ہوں۔

مجھے کل تڑکے تڑکے سفر پر روانہ ہونا ہے، اس لئے ڈرتا ہوں کہ کہیں پلکیں جھپکتا جھپکتا نیند کی وادی میں نہ نکل جاؤں۔

☆

میں دھیرے دھیرے کار چلا رہا ہوں، یہ خدشہ بھی ہے کہ غنودگی میں کوئی حادثہ نہ کر بیٹھوں۔ ابھی مجھے دو سو میل کے قریب کی مسافت طے کرنی ہے، میرے سر میں ہلکا ہلکا درد بھی ہے اور گردن میں کھچاؤ بھی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ یہ کار بھی میری بستر کی طرح ایک کشتی ہے جو رات کی گہری تیرگی میں نیویگیشن کرتی ہوئی جا رہی ہے۔ میرا بدن بھی تو ایک کشتی ہے جو شب و روز کے سمندر میں تیرتا جا رہا ہے۔

اس مرتبہ معاملہ بیحد سنجیدہ تھا۔ مجھے کسی وجہ کے بغیر لاٹ صاحب کے دفتر میں طلب کیا گیا تھا۔ الزام یہ تھا کہ میں نے عوامی عدالت کے ایک جج کو پولیس کے حوالے کر دیا تھا عوامی عدالت کا جج ایک خوانچہ فروش ہے کچھ دن ہوئے وہ ایک ضمانت کے سلسلے میں عدالت میں آیا اور اپنا تعارف ایک جج کے طور پر کرایا، ناجائز اسلحہ کا مقدمہ تھا، میں نے ضمانت لینے سے انکار کر دیا اس نے پستول نکال کر کمرہ عدالت میں ہوائی فائر کر دیا۔ پولیس نے اسے حراست میں لے لیا وہ جاتی مرتبہ کہہ گیا ''یہ عوامی حکومت ہے، میں تمہیں نوکری میں نہیں رہنے دوں گا''۔ اگلے دن مجھے معلوم ہوا کہ اس کی پارٹی کا ایک ممبر اسمبلی جو ہمیشہ مجھے ناجائز کاموں پر مجبور کرتا تھا، اس کے ذریعے میری شکایت صدر مقام بھیج دی۔

میں نے گھڑی دیکھی ہے، وقت کسی اجازت کے بغیر خود بخود ہی چل رہا ہے۔

میں نے ونڈ سکرین سے آسمان کی طرف دیکھا ہے جو بالکل شفاف ہے، تمام ستارے ایک

Scanned with CamScanner

بہت بڑا ہوروسکوپ بنا رہے ہیں جن میں انسانوں کی قسمت اور مستقبل پوشیدہ ہے۔ میں نے بھی ایک پل کے لئے اپنی قسمت کا ستارہ ڈھونڈنے کی کوشش کی' یکا یک ستاروں کی لو کم ہوئی اور ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹا اور مشرق سے مغرب کی جانب بڑھتا ہوا فضا میں تحلیل ہو گیا۔ میں اپنے انداز کے مطابق صحیح رفتار پر جا رہا ہوں۔ کل کافی لمبی پیشی ہے 'اس لئے وقت پر پہنچنا ضروری ہے۔ میں وقت کا بہت پابند ہوں عین وقت پر دفتر جاتا ہوں اور پھر اپنی مرضی کے مطابق اٹھتا ہوں' میرا عملہ اس پابندی سے تنگ رہتا ہے۔ میں گئی شام تک اپنے ریٹائرنگ روم میں بیٹھا رہتا ہوں۔ میں دفتری کام چار بجے کے بعد نہیں کرتا ہے۔ میرا اردلی میرے لئے اچھی چائے بناتا ہے۔ میں اپنا پائپ سلگاتا ہوں' امریکی رسالہ ٹائمز پڑھتا ہوں۔ پچھلے ہفتے کے ایشوع میں ویاگرا پر پورا سپلیمنٹ تھا سنا ہے یہ ایشوع بلیک میں بکا ہے۔ ایک وکیل بتا رہا تھا کہ ویاگرہ کی ایک گولی پانچ سو روپے میں بک رہی ہے اب باہر سے آنے والے ہموطن درجنوں شیشیاں ساتھ لاتے ہیں اور منہ مانگی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ ایک منچلا کہہ رہا تھا کہ یہاں ہر شخص گولی کھائے بغیر خود ہی ویاگرہ ہے۔ میرے ریڈر نے مجھے سرگوشی میں کہا تھا کہ قریشی وکیل بھی ویاگرہ بیچتا ہے۔ مجھے حیرت ہوئی تھی کہ اس پس ماندہ علاقے میں ایسی چیزوں کی کسے ضرورت ہے؟ اس پر میرے ریڈر نے' جو رشوت لینے میں ماہر ہے اور اس علاقے کا چھٹا ہوا بدمعاش ہے' سرگوشی میں بتایا تھا کہ یہ زمینداروں کا علاقہ ہے اور بوڑھے زمینداروں نے نوجوان لڑکیوں سے شادیاں کی ہوئی ہیں۔ قریشی وکیل کبھی کبھار سہ پہر گپ لگانے آجاتا ہے۔ ایک دن وہ مجھے ٹٹول رہا تھا۔ ویاگرہ کے فوائد بتائے کہ اس کے نگلنے کے پندرہ بیس منٹ بعد جنسی خواہش کا وفور شروع ہو جاتا ہے۔ وہ settler ہے یوپی کا مہاجر ہے۔ اس سب ڈویژن میں روہتک حصار کے علاقے کے لوگ آباد ہیں۔ زیادہ تر لوگ

Scanned with CamScanner

ہیں۔زیادہ آبادی شہر میں ہے جس کے گرد ایک ٹوٹی پھوٹی سی فصیل ہے۔ چند ایک کوٹھیاں باہر ہیں۔علاقہ بنجر ہے اس کے باوجود یہاں زمین داروں کی گرفت مضبوط ہے۔

میں نے کار کے بیک مرر سے دیکھا ہے کہ ایک کار اندھا دھند بھاگتی آ رہی ہے اور اس کی مرکری روشنیاں بہت تیز ہیں نہ جانے مجھے کیوں شک ہوا ہے۔علاقہ ویران ہے اور کوئی ٹریفک نہیں ہے' عین ممکن ہے وہ لوٹ کھسوٹ کی نیت سے مجھے ہی گھائل کر دیں۔۔ یہ سفید کار میری کار کے کافی قریب آ گئی ہے پھر میری کار کے متوازی چلنے لگی ہے' کار کا ڈرائیور کھڑکی سے منہ باہر نکال میری طرف دیکھ رہا ہے جیسے مجھے شناخت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔کار میں دو مسلح افراد ہیں جن کی رائفلوں کی نالیاں دکھائی دے رہی ہیں' اگلی نشست پر ایک چھمک چھلو قسم کی عورت بیٹھی ہے ڈرائیور نے مجھے غور سے دیکھا ہے اور پھر اتنے زور سے ایکسیلیٹر دبایا ہے کہ کار چیختی چلاتی ہوئی ایک ہی جست میں بہت آگے نکل گئی ہے' میں نے اطمینان کا سانس لیا ہے مجھے خدشہ یہ تھا کہ میں نے کسی جرائم پیشہ کو سزا دی ہو اور اس کے لواحقین انتقام لینے کے لئے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

آسمان پر ستارے مدہم ہونے لگے ہیں' صبح ابھی دور ہے مگر وہ اپنی آمد کے آثار پہلے ہی سے بتا رہی ہے۔میرا ذہن ہر طرح کی سوچ سے خالی ہے' سوچ کی بھی ایک حد ہوتی ہے عام طور لوگ رات کو بستر پر لیٹے ہوئے عورتوں کے بارے میں سوچتے ہیں اور خیالوں میں ان سے بغلگیر بھی ہوتے ہیں جو رسائی سے دور ہوتی ہیں۔میں بھی عجیب یمدوت قسم کا آدمی ہوں کہ عورتوں کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اپنی جگہ پر قائم رہتا ہوں۔سنا ہے عورت بہت خوشامد پسند ہوتی ہے' اس کی تھوڑی سی تعریف کرو تو وہ

Scanned with CamScanner

پگھل جاتی ہے۔لیکن یہ بات پرانی ہوگئی ہے۔وہ بھی نفع نقصان کی پرکھ کے بعد آگے بڑھتی ہے۔

کار کی رفتار مسلسل ہے، میں نے معاً دیکھا ہے کہ اس کی ٹمپریچر گیج نصف پر پہنچ کر کپکپا رہی ہے غالباً ریڈیئیٹر میں پانی کم ہے، راستے میں کوئی کھوکھا آتا ہے تو وہاں کار روک کر چیک کرتا ہوں۔سڑک کی دونوں طرف کماد کے کھیت ہیں جن پر کہر لٹکی ہوئی ہے اور گھپ اندھیرا ہے۔بائیں طرف کے کھیت سے ایک عورت بھاگتی ہوئی عین سڑک کے بیچ جہاں کار کی دونوں روشنیاں ایک مرکز پر آپس میں ملتی ہیں، وہ بڑی شدت سے دونوں بازو ہوا میں لہرا رہی ہے۔میں نے کار آہستہ کر کے روک لی ہے۔وہ نامعلوم عورت کار کے ہڈ پر دراز ہو کر سر پٹخ رہی ہے۔میں نے کار کا شیشہ نیچے کر کے اس سے پوچھا ہے'' کیا بات؟ اس نے میری بات ان سنی کرتے ہوئے چیخ چیخ کر کہا ہے'' جلدی کرو جلدی کرو، وہ مجھے قتل کرنے آرہے ہیں'' وہ میرا جواب سنے بغیر نہایت تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔میں نے خطرہ بھانپتے ہوئے جلدی سے کار سٹارٹ کر دی ابھی چند گز ہی آگے نکلا تھا کہ بائیں جانب سے کماد کے کھیتوں سے تین گھوڑ سوار نکلے۔ان میں سے ایک کے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے۔میں انہیں دیکھتے ہی کار تیز کر دی ہے۔وہ بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔میں نے کنکھیوں سے اس کو دیکھا وہ سولہ سترہ برس کی گندمی رنگ کی لڑکی تھی، بیحد مضبوط بدن پر معمولی قسم کے پھولدار کپڑے، اور سر پر گرم چادر۔

''تمہارا گاؤں یہاں سے کتنا دور ہے؟''

''تین میل'' اس نے قدرے مردانہ آواز میں جواب دیا

''گھر سے اکیلی نکلی ہو؟'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

Scanned with CamScanner

''بھوکی ہو؟'' اس نے سر ہلا کر پھر اثبات میں جواب دیا۔

میں نے کار کی عقبی سیٹ سے بسکٹ کا ڈبہ اٹھا کر اسے دیا ہے۔

''پیٹ بھر کر کھاؤ' آگے کوئی کھوکھا آتا ہے تو چائے مل جائے گی''

!''نہیں صاب' وہ پیچھے لگے ہوئے ہیں۔'' میں نے اس کی طرف دیکھا ہے اس کے ہونٹ کانپ رہے ہیں اور چہرے پر بیحد خوف غالب ہے۔

''وہ ایک ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور میری کار میں دس گھوڑے جتے ہوئے ہیں؛ گبھراؤ نہیں''

میں نے کار کی رفتار بہت تیز کر دی ہے کہ کہیں وہ کسی سواری میں تعاقب نہ کریں میں نے خوامخواہ مصیبت مول لے لی ہے۔ مجھے اس افراتفری میں یہ احساس نہیں رہا کہ یہ پرائی عورت ہے اور میں اسے رات کے تین بجے اپنی کار میں لے جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ کوئی وقوعہ پیش آ سکتا ہے یہ عورت کہہ سکتی ہے میں نے اسے اغوا کیا ہے وہ یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ میں نے اسے ریپ کیا ہے 'کسی عورت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اپنے آپ کو خدشے سے آگاہ کیا ہے۔

''یہ کون تھے جو تمہیں قتل کرنا چاہتے تھے؟''

''تینوں میرے بھائی ہیں'' میں نے چونک کر اسے دیکھا ہے جس نے کار کے ہیٹر کی گرمی کی وجہ سے چادر اتار دی ہے میں نے اسے بھرپور طریقے سے دیکھا ہے یہ اس وقت میرے قبضے میں ہے' میں اس سے جو چاہوں کر سکتا ہوں' ایسی عورتیں شہر میں نہیں مل سکتیں۔ میں نے اس کی جان بچائی ہے اس کا کچھ نہ کچھ تو معاوضہ ادا کرنا پڑے گا۔۔ وہ عورت اپنی موجودگی کا مجھے بار بار احساس دلا رہی ہے۔ میں نے کار پہلے سے زیادہ تیز کر دی ہے کہ راستے میں کوئی شہر آئے تو اسے اتار دوں' خوامخواہ یہ مصیبت میرے گلے

Scanned with CamScanner

پڑ گئی ہے' اگر اس کے بھائی اسے قتل کرنا چاہتے ہیں تو میرا اس سے کیا تعلق؟ دیہاتوں میں تو آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ آخر قابیل نے بھی تو ہابیل کو قتل کیا تھا لڑکی نے پیٹ بھر کے بسکٹ کھائے ہیں' وہ کافی دیر سے بھوکی لگتی ہے۔ وہ بات کرنے کے لئے مائل نہیں ہے' وہ کنکھیوں سے بار بار مجھے دیکھتی ہے شاید میرا ارادہ جاننا چاہتی ہے۔ ہے۔ میں اس کے لئے غیر ہوں اور عورتیں ہمیشہ غیر سے ڈرتی ہیں۔

''تمہارے بھائی تمہیں قتل کرنا کیوں چاہتے ہیں؟'' میں نے سکوت توڑا ہے۔ وہ قدرے ہچکچائی ہے۔

''ہم غریب لوگ ہیں' میرے باپ کے پاس چار کلے زمین ہے جو میرے باپ نے میری بڑی بہن کی شادی کے لئے رہن رکھی ہوئی ہے۔ میرے تینوں بھائی نکھٹو ہیں' واردا تیں کر کے کچھ کما لیتے ہیں۔ وہ رہن چھڑانا چاہتے ہیں لیکن پچاس ہزار کون ادا کرے؟''

''زمین کس کے پاس رہن ہے۔؟''

''ایک بڈھا چوہدری ہے' لالچی ہے' زنانیوں کا شوقین ہے'' وہ یہ کہہ کر خاموش ہوگئی اور میں اس کی کہانی کے انجام تک پہنچ گیا ہوں۔ میری ملازمتی زندگی میں اس قسم کے بہت سے واقعات دیکھے اور سنے ہیں میرا مشاہدہ ہے کہ دیہاتی عورتیں جنسی تشدد کے واقعات کے بیان میں بے جھجک ہوتی ہیں۔

''اس کی اولاد نہیں ہوتی' تین شادیاں کر چکا ہے۔ میرے بھائیوں نے اس کی منت سماجت کی ہے کہ وہ ہماری زمین چھوڑ دے اور وہ قرضہ قسطوں میں اتار دیں گے ،لیکن وہ راضی نہیں ہوا' الٹا پرچہ کرانے کی دھمکی دی ہے'' وہ یہ کہہ کر پھر خاموش ہوگئی میں نے اس کی طرف بھرپور طریقے سے دیکھا' اس نے اظہار تشکر پر اپنے سینے کو اس طرح

Scanned with CamScanner

نمایاں کیا جس کا مطلب صرف گھاک قسم کے مرد ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں گومگو کے عالم میں تھا کہ مجھے پیش قدمی کرنی چاہیئے یا اپنی شرافت اور نیک نیتی کے بہروپ کو برقرار رکھنا چاہیئے۔ اگر میں نے تذبذب سے کام لیا تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس طرح کی عورتیں کم کم ملتی ہیں۔ میں نے اپنے اندر عورت کی خواہش کو خاموش کر دیا ہے لیکن یہ پھر کہاں سے نکل آئی؟ عورت خواہش کو مشتعل کرتی ہے' اور بس۔۔ ''شٹ اپ' میں نے اپنے آپ سے کہا ہے۔

''چوہدری نے میرا رشتہ مانگا ہے اور اس کے بدلے وہ زمین چھوڑ دے گا' میرے بھائی اک دم راضی ہو گئے ہیں' کسی نے مجھ سے پوچھا نہیں' میرا باپ بھی راضی ہو گیا ہے۔ وہ کہتا تھا؟؟ عورت بھی تو زمین ہوتی ہے' ہم ایک زمین دے کر دوسری زمین واپس لے رہے ہیں'' میں یہ بات سن کر میں چونکا ہوں' وہ ونڈ سکرین سے سیدھا باہر دیکھ رہی ہے۔

''تم نے کچھ پڑھا بھی ہے''

''سات جماعتیں پڑھی ہیں۔ ترجمے کے ساتھ قران شریف بھی پڑھا ہے''۔

''تم نے شادی کے لئے ہاں کر دی ہے''

''صاب جی گاؤں میں شادی ماں باپ کرتے ہیں''

''تم نے ہاں کیوں نہیں کی؟''

''کسی نے مجھے سے ہاں ناں کا پوچھا ہی نہیں۔ مجھ سے ظلم کیا جا رہا ہے''

''تم اس سے لئے گھر سے بھاگ نکلی ہو؟''

''جی' میرے بھائیوں نے اپنی زمین چھڑا لی ہے' اور اس سے شادی کا خرچہ بھی لے لیا ہے۔ صرف میری خالہ کی بیٹی کو پتہ ہے کہ میں رستم سے شادی کرنا چاہتی ہوں'

Scanned with CamScanner

''یہ رستم کون ہے؟''

ہماری برادری کا ہے وہ دوسرے گاؤں میں رہتا ہے''

''کیا کرتا ہے؟''

''ٹرالی چلاتا ہے''

''تم گھر سے بھاگ کر اس کے پاس جا رہی ہو؟''

''جی''

''تمہیں معلوم ہے کہ ان پر خون سوار ہے''

''جی''

''وہ اس کا بھی صفایا کر دیں گے''۔

''وہ بڑا جی دار ہے''؛

مجھے ایک پل کے لئے وہ چھوٹی سی صاحباں لگی ہے۔ لیکن اب صاحباں کہاں؟ اب تو ہر لڑکی بڑی خوشی سے اپنے ماپے چھوڑنے کو تیار ہوتی ہے۔ دور بہت دور آسمان کی منڈیروں پر روشنی کی لو نمودار ہو رہی ہے۔ سنگ میل بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں۔ خانیوال پانچ میل دور رہ گیا ہے' میں نے کار کی رفتار سست کر دی ہے۔ ایک دو مرتبہ میرے دل میں آئی کہ اس لڑکی کا نام پوچھوں لیکن یہ سوچ کر رک گیا۔ اس کا نام پوچھ کر کیا کروں گا؟ وہ ایک وجود ہے میں ایک وجود ہوں' اجنبیت میں جو لذت ہے وہ جاننے میں نہیں ہے۔

سامنے ایک بس سٹاپ دکھائی دے رہا ہے جس پر دو تین دیہاتی بکلیں مارے کھڑے ہیں۔

''سنو' تمہیں یہاں اتار دوں یا تھانے کے حوالے کر دوں وہ تمہیں حفاظت

Scanned with CamScanner

سے پہنچا دیں گے''۔ میں کار کو سڑک کے ساتھ کچے پر کھڑی کر دی ہے۔ اس نے پہلی مرتبہ مجھے مانوس نظروں سے دیکھا ہے۔

''دیکھیں آپ نے میری جان بچائی ہے اب مجھے آپ پولیس کے حوالے کر رہے ہیں۔ پولیس میری تکا بوٹی کر دے گی۔''

''ٹھیک ہے یہیں اتر جاؤ''

وہ کار سے باہر نکل کر کھڑی ہو گئی ہے اور میں بھی کچھ سوچے سمجھے بغیر باہر نکل کر اس کے پاس کھڑا ہوں۔ اس نے سر جھکایا ہوا ہے۔ میں نے ایک سو روپے کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا ہے جسے وہ پکڑنے میں متامل ہے۔

''تم نے رستم کے گاؤں جانا ہے اور وہ بھی بس میں؟''

میرے یہ کہنے پر اس نے سو روپے کا نوٹ لے لیا ہے۔ وہ بس سٹاپ جانے کے لئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی ہے۔ اس نے رک کر پیچھے مڑ کر دیکھا ہے' میں کار کے ہر کھڑا ہوں۔ اس نے اپنی چادر سے دونوں آنکھیں صاف کی ہیں اور بس سٹاپ پر کھڑی وگئی ہے۔ میری کار پھر رینگنے لگی ہے' مجھے یوں لگا ہے یہ کار نہیں ہے ایک کشتی ہے جو نیلے آسمان کے نیچے سیاہی مائل دھرتی پر ایسے راستے پر چل رہی ہے جس کی کوئی منزل نہیں ہے میری آنکھیں نیند سے اتنی بوجھل ہیں کہ دیکھنے میں دشواری ہو رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

تمثیل ۳

وہ میرا ہمشکل تو نہیں ہے

البتہ میرا ہمنام ہے۔

ہم ایک دوسرے کو ناموں سے نہیں پکارتے۔ جب بھی کوئی ملاقاتی کسی ایک کا نام پکارتا ہے ہم دونوں متوجہ ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم آنکھوں آنکھوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ کس کو پکارا گیا ہے۔ ہم سب یعنی میں اور وہ اور چند ایک دوسرے ایک ۱۰X۱۵ کے کمرے میں کام کرتے ہیں۔ اس کمرے کا کچھ حصہ میرے پاس ہے اور کچھ ان کے پاس ہے۔ ان دو حصوں کو ایک پرانی چوبی دیوار جدا کرتی ہے جس پر کچھ گدلے شیشے جڑے ہوئے ہیں جن کے آر پار دھندلی شبیہیں دکھائی دیتی ہیں یہ نگران شیشے ہیں۔ میں نے ان پر خاکی کاغذ چسپاں کروا دیئے ہیں البتہ ایک شیشہ نگرانی کے لئے چھوڑ دیا ہے۔۔ یہ کمرہ بہت سے دوسرے کمروں کی طرح ایک قدیم اور بیحد کشادہ عمارت کا حصہ ہے۔ جو کبھی ایک راجدھانی کا صدر مقام تھا۔ اب اس کے گرد ایک گنجان شہر آباد ہے۔ اس عمارت کو بھول بھلیاں بھی کہا جاتا ہے جہاں نوجوان اندر داخل ہوتے ہیں اور کانپتے ہوئے بوڑھے بن کر باہر نکلتے ہیں جب وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنا روگ بتاتے بتاتے چپ ہو جاتے ہیں اور چوراہے کی صلیب پر پہنچ کر راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ پھر ایک دن وہ اپنی اولاد کی درخواستیں تھامے ہوئے ان کرسیوں کے

Scanned with CamScanner

سامنے گڑگڑاتے ہیں جنہیں انہوں نے مضبوط کیا تھا۔

میں اور میرا ہمنام ان بھول بھلیوں کے ۱۵×۱۰ کے کمرے میں کام کرتے ہیں اس حد کے اندر میرا حکم چلتا ہے ایک دن میرے ہمنام نے جھنجھلا کر کہا یہاں کس کا حکم چلتا ہے' ہمیں اس بارے میں غور کرنا چاہیئے ؟ ہم سارا دن کام کرتے ہیں اس کے باوجود ہمیں سرزنش کی جاتی ہے میرے ہمشکل نے کہا جو میرا ہی ماتحت ہے۔'' ہم سب ایک دوسرے کو جواب دہ ہیں اگر یہ ممکن نہیں تو پھر ہم اپنے آپ کو جواب دہ ہیں''۔

میرے ہمنام کے منہ میں زبان نہیں ہے' وہ دن بھر سرنگوں کام میں گم' صبح وقت سے پہلے کمرے کی دہلیز کو عبور کرنا اور شام کو سنجیدہ چہرہ لئے باہر نکلنا' اپنے ماتحتوں کی میز پر خود فائلیں لے کر جانا اور پھر انہیں اپنی نشست پر واپس لانا ' ایک بجے نماز کے لئے کاندھے پر تولیہ ڈال کر کمرے سے باہر نکلنا' اس کی معمولات میں شامل ہے۔' جسم چھریرا ' ناک ستواں' آنکھیں ہر طرح کے تاثر سے محروم چہرے پر نہ کوئی تقاضا اور نہ کسی خواہش کی پریشانی عیاں۔۔

وہ دن میں دو تین مرتبہ گدلے شیشیوں پر چسپاں پھٹے ہوئے خاکی کاغذوں کی درزوں میں سے مجھے کنکھیوں سے دیکھتا ہے۔ میں اسے دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھنے کا بہانہ کرتا ہوں۔ مجھے گھور کر دیکھنا ناپسند ہے' یہ دوسرے کی داخلیت میں سوراخ کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ وہ دن میں دو تین مرتبہ فائلوں کا گھٹا اٹھا کر میرے کمرے میں آتا ہے۔ اس کی آنکھیں سرخی مائل ہوتی ہیں جن میں غنودگی تیر رہی ہوتی ہے۔۔

''یار تم رات کو سوتے نہیں؟''

''سر مجھے نیند نہیں آتی''

''کیوں؟''

Scanned with CamScanner

''معلوم نہیں''

''شادی شدہ ہو؟''

''نہیں''

''کس کے پاس رہتے ہو''

''ماں کے ساتھ''

''تم نے اپنے آپ کو کیوں زندگی سے محروم کیا ہوا ہے؟''

''سر یا زندگی نے مجھے محروم کیا ہے۔ سر یہ آج کی ڈاک ہے''۔

''تم زندگی سے خوش ہو''؟

اس نے مجھے گھور کر دیکھا ہے اور دانت پیس کر کہا ہے۔

''ایسی زندگی سے بہتر گاڑی کے نیچے آ جانا ہے'' وہ یہ کہہ کر جلدی سے اپنے کمرے میں چلا گیا ہے اور اپنی نشست پر بیٹھ کر دونوں ہتھیلیوں سے اپنی کنپٹیوں کو دبا رہا ہے۔ اس کے ماتحت اہلکار حسب معمول اپنی نشستوں سے غائب ہیں۔ وہ کچھ بڑبڑا رہا ہے میں آج کی ڈاک پر میکانکی طریقے سے دستخط کرتا ہوا اس کی حرکات وسکنات دیکھ رہا ہوں۔ باہر سے ہرکارہ ایک خاکی لفافہ لے کر اس کے سامنے کھڑا ہے اس نے لفافہ کھول کر فل سکیپ کاغذ باہر نکالا ہے یہ چٹھی پڑھنے کے بعد وہ ہڑبڑا کر اپنی کرسی سے اٹھا ہے' وہ میرے کمرے کی طرف بڑھا ہے راستہ میں رکھی کرسیوں سے ٹکرایا ہے وہ ہاتھ میں اسی فل سکیپ کاغذ کو تھامے ہوئے بری طرح کانپ رہا ہے۔ اس کا چہرہ تمازت سے سرخ ہے' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا ہے اس نے وہ چٹھی میری طرف بڑھائی اور کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن اس کی آواز حلق میں اٹک گئی ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ سے چٹھی لے کر اسے سرسری طور پر دیکھ کر اسے میز پر پھینک دیا ہے کیونکہ ایسی چٹھیاں روزانہ

Scanned with CamScanner

وصول ہوتی رہتی ہیں۔

''سر یہ بیحد زیادتی ہے اب ہم سب کے جبری طبی معائنے کا حکم جاری کیا گیا ہے' کون کہتا ہے کہ اس عمارت میں کام کرنے والے بیمار ہیں؟''

میں نے مسکرا کر کہا ہے ''بیمار کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بیمار ہے''۔

''سر میں اپنا طبی معائنہ نہیں کراؤں گا۔''

''مت کراؤ' لیکن چٹھی میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو طبی معائنے سے انکار کرے گا اسے برخاست کر دیا جائے گا کیونکہ شہر میں اس وبا کے پھیلنے کا اندیشہ ہے'۔ یہ اطلاع بھی دی گئی ہے کہ یہ وبا خفیہ طریقے سے پھیلتی ہے۔ کسی کو اپنے بدن پر سفید دھبے نظر آئیں تو وہ فوراً ہسپتال میں داخل ہو جائے' اس بیماری کے لئے علیحدگی کا ہسپتال بھی قائم کیا گیا' ہر سرکاری ملازم کو تین دن کے اندر اپنے ایکسرے کی رپورٹ محکمہ صحت کے سیکشن اے میں جمع کرانی ہے۔''

میں نے کسی تشویش کا اظہار کئے بغیر چٹھی اس کے حوالے کر دی ہے۔ وہ اس چٹھی پر سر دھنتا بار بار پڑھ رہا ہے۔

''یہ مضحکہ خیز ہے' میں اپنا ایکسرے نہیں کراؤں گا' میرا سینہ شفاف ہے اور کہیں کوئی دھبہ نہیں ہے۔۔۔ اس دور میں یہ بیماری نہیں پھیل سکتی' یہ محکموں سے عملے کی چھانٹی کرنے کی چال ہے''۔

میں اس کے اضطراب دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا ہوں ''اچھا بھائی میں تمہارے ساتھ ہوں' جو کچھ ہوگا دیکھا جائے' میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

اس نے تنک کر کو جواب دیا ہے ''سر کوئی کسی کے ساتھ نہیں ہوتا زندگی اکیلے پن کی جنگ ہے''۔

Scanned with CamScanner

''اچھا تم اپنی سیٹ پر چلو میں محکمہ صحت سے دریافت کرتا ہوں''۔ وہ کمرے کی جانب جانے لگا ہے تو ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی ہے وہ وہیں کا وہیں رک گیا ہے''

''ٹھیک ہے شیخ صاحب میرا عملہ کل میڈیکل آفیسر کے روبرو ابتدائی معائنے کے لئے پیش ہو جائے گا''۔

میرے ہمنام نے چیخ کر احتجاج کیا ہے'' آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر میری حامی کیوں بھر دی ہے' مجھے کوئی بیماری نہیں ہے' میں معائنہ نہیں کراؤں گا۔'' وہ یہ کہہ کر تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا ہے اور کچھ دیر کے بعد ہاتھ میں ایک فل سکیپ کاغذ لئے واپس آیا ہے۔

''سر مجھے سات دنوں کی اتفاقی رخصت چاہیئے ہے' میں آٹھویں دن آجاؤں گا''۔

اس کے ہونٹوں کے دونوں گوشے جھاگ سے بھرے ہوئے ہیں' سانس اکھڑا ہوا ہے اور لباس پر پسینے کی بے شمار لکیریں چل رہی ہیں۔ میں نے اس کے ماتھے کو چھوا ہے جو توے کی طرح دھک رہا ہے۔ میں نے گھنٹی بجا کر اردلی کو بلا کر کہا ہے کہ اسے فوراً گھر چھوڑ آئے' اس کی طبیعت بہت خراب ہے۔

آج آٹھواں دن ہے اور میرا ہمنام ڈیوٹی پر نہیں آیا اور نہ ہی اس کوئی درخواست موصول ہوئی ہے۔ میرا طبی معائنہ بھی ہو چکا تھا جو بالکل سرسری تھا' وہ میرے بدن پر کوڑھ کی علامتیں ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ تمام سرکاری ملازموں کے بدنوں کا معائنہ کر چکا ہے۔ شہر میں کوڑھ کی بیماری کی افواہ کے مطابق اس عمارت کا ایک بوڑھا گارڈ اس بیماری میں مبتلا تھا اس نے سارے شہر کو گندہ کر دیا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ لوگ اس عمارت میں آنے سے کتراتے ہیں' اس لئے شہر کا کام آہستہ آہستہ رک رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

آج میں خود تین دنوں کے بعد دفتر میں آیا ہوں مجھے گھر پر کوئی خاص کام نہیں تھا' دفتر کی زندگی سے بور ہو گیا تھا۔ میرے آنے سے پہلے ہی میری میز پر فائلوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا ہے' بے جان بے مقصد فائلیں جن سے کسی کو نفع نہ نقصان۔ میں نے گدلے شیشیوں میں سے جھانکا ہے' سب اہلکار سر جھکا کر کام میں مصروف ہیں۔ میرے ہمنام کی سیٹ پر ایک گمنام شخص سر جھکا کر کام کر رہا ہے میں نے سٹنو کو بلا کر اپنے ہمنام کی مزید رخصت کی درخواست کے بارے میں پوچھا ہے اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک لفافہ میری طرف بڑھا دیا ہے۔ ''سر یہ لفافہ مرحوم کا بھائی صبح دے گیا تھا''۔

''مرحوم'' میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور جلدی سے لفافہ کھولا ہے۔ ''آج آٹھوں دن ہے میں دفتر نہیں گیا میں نے صبح سے کئی مرتبہ محدب شیشے کے نیچے باری باری اپنے دونوں ہاتھ دیکھے ہیں۔ میرے دائیں ہاتھ کی پشت پر ایک سفید دھبہ ہے جو روشنی میں سکڑ جاتا ہے اور تیرگی میں پھیلتا جاتا ہے۔ یہ الرجی ہے' وہ اس کا معائنہ کر کے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکیں گے۔

آج آٹھواں دن ہے اور مجھے دفتر جانا ہے میں اب اپنا بدن نہیں کھجلاؤں گا میں نے اپنا اوپر کا ہونٹ ڈھانپ لیا ہے۔ مجھے شہر بدر مت کرو' میں بیمار نہیں ہوں' اس قسم کے دھبے سب کے بدنوں پر موجود ہوتے ہیں حضرت موسیٰ کے زمانے میں بھی ایسے دھبے دیکھے گئے تھے یہ کیلشیم کی کمی ہے۔ یہ دھبہ پھیلتا جا رہا ہے' میرا وجود ایک دھبہ بنتا جا رہا ہے' میں اس کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتا۔۔اوہ۔

۷ بجے شام۔ میرے کپڑوں سے بو آ رہی ہے' ان کو کسی نے آگ لگا دی ہے۔ میں آٹھویں دن کی شام نہیں دیکھوں گا میرا وقت آ گیا ہے پورے آٹھ بجے پشاور ایکسپرس پہنچنے والی ہے سارے شہر کی مکھیاں میرے سواگت کے لئے فضا میں بھنبھنا رہی

Scanned with CamScanner

ہے یہ بھی کوئی زندگی ہے۔"

میں نے اس کا خط اوندھا کر کے میز پر رکھ دیا ہے۔

Scanned with CamScanner

چاندرات

خدا نے انسان کو بنایا اور انسان نے انسان کو سکھایا جب اس کی تسلی نہ ہوئی تو اس نے انسان بنانے بھی شروع کر دیئے' اپنے خیالوں میں اور پھر ان خیالوں کو اپنے قلم کی سیاہی سے کھینچ کر ٹیڑھے میڑھے' اچھے برے گندے مندے انسان بنائے اور پھر ان میں وہ خصلتیں ڈال دیں جو خدا کے بنائے ہوئے انسان کی ہوتی ہیں- میں بھی ایک موہوم انسان ہوں جو ابھی نصف تخلیق ہوا ہے' لیکن میں نے اپنے خالق کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے- میرا خالق ایک مولوی قسم کا پارٹ ٹائم فیچر رائیٹر ہے جو ایک فلمی ڈائجسٹ کے لئے کہانیاں اور فیچر لکھتا ہے- اپنے لکھنے والوں کا چسکا پورا کرنے کے لئے کبھی وہ مجھے زانی بنا دیتا ہے اور کبھی شرابی اور بعد میں مجھے راہ راست پر لے آتا ہے' اس نے بہت سی کہانیوں میں میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے- لیکن اب میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے- وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک سیدھا سادا سا کردار تخلیق کر رہا ہے جو دوسروں کے کہنے پر چلتا ہے' یہ اس کی غلط فہمی ہے' اب وہ مجھے چلائے گا یا میں اسے چلاؤں گا- کچھ عجیب سی بات ہے کہ میرا وجود اس کے قلم کی جنبش کا محتاج ہے' میں من مانی کیسے کر سکتا ہوں- یہ بھی ایک راز ہے- اس وقت وہ مجامعت کرنے کے بعد خراٹے لے رہا ہے اس کے بعد اس نے نماز کا فریضہ ادا کرنا ہے' ان دو عوامل کے درمیان جو درز ہے میں اس میں سے جھانک رہا ہوں- پہلے میرا کوئی الگ وجود نہیں تھا- ہم تین بھائی شعور'

Scanned with CamScanner

تحت الشعور اور لاشعور اس کے اندر رہتے ہیں پہلا اس کا سگا اور دوسرے دو اس کے سوتیلے بھائی ہیں- اس کو اپنے سوتیلے بھائیوں کی موجودگی کی زیادہ خبر نہیں ہے- میں اس کے سوتیلے بھائیوں سے ساز باز کر کے ان سے علیحدہ ہو گیا ہوں- اس کی مصروفیات کچھ اتنی زیادہ نہیں ہیں اس نے کل کہانی مکمل کر کے ڈائجسٹ کے ایڈیٹر کو دینی ہے۔ اس لئے رات کے کسی پہر اس نے میری خبر لینی ہے نہ جانے مجھے کیا سے کیا بنا دینا ہے اور میری ذات کے حوالے سے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہے- وہ میری کیا خبر لے گا میں پہلے اس کی ذات کا نقشہ کھینچ دوں کہ مجھے دنیا کی نگاہوں سے اوجھل کرنے کے لئے وہ کیا کیا ملمع سازی کرتا ہے-

میرا خالق بڑا حرصی ہے "مولانا صاحب کو اگر بہت زیادہ جنسی بھوک ہے تو آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے"- دفتر میں اس کا ایک ساتھی اسے کہہ رہا تھا۔

"یار پرائے کی عورت کے ساتھ سونے میں جو مزہ ہے وہ اپنی بیوی سے کیا مل سکتا ہے-" میرے خالق نے جواب میں کہا تھا۔

چلئے آج اس کی باری ہے۔ رات کو جو میرے ساتھ کرے گا وہ دیکھیں گے' میں ایسے ایسے لفظوں کی اوٹ میں چھپ جاؤں گا کہ وہ میرے اصل معنی نہیں پا سکے گا- فی الحال اس کی باری ہے- میرا خالق دراصل سی آئی ڈی میں ہیڈ کانسٹیبل ہے' اس کو سزا کے طور پر سی آئی ڈی کے شعبہ میں بھیجا گیا ہے کیونکہ اس کے خلاف بہت زیادہ شکایات تھیں' وہ پیسے لینے سے باز نہیں آتا- ایک دن کسی نے اس سے کہا کہ تم بظاہر عبادت بھی کرتے ہو' تمہارے ماتھے پر محراب بھی ہے لیکن اپنی کرتوتیں چھوڑ دو-" میرے خالق نے ڈھٹائی سے جواب دیا تھا'

'دیکھو یار میں نے اللہ تعالی سے اپنا معاملہ سیدھا رکھا ہے' نماز روزہ سب کی

پابندی کرتا ہوں لیکن اپنے اخراجات تو میں نے خود ہی پورے کرنے ہیں گاؤں میں میرے باپ کی زمین ہے اس کا رہن میں نے ہی چھڑوانا ہے، غیب سے تو کسی نے میری مدد نہیں کرنی۔،،

پچھلے دنوں میں میرے خالق کا دماغ چل گیا ہے، اس نے کشتے کھانے شروع کر دئے ہیں اس کا خیال ہے کی اس کی ہمسایہ کی عورت جس سے وہ بدفعلی کرتا ہے وہ زیادہ مضبوط ہے۔ آپ خود ہی سوچیں ایسے آدمی سے میری کیسے نبھ سکتی ہے۔ ابھی کل ہی وہ ڈائجسٹ کے لئے ایک گندی سی کہانی لکھ رہا تھا جس میں اس نے مجھے جواری بنایا ہے جو اپنی بیوی کے پیسے چوری کر کے جوا کھیلتا ہے۔ حالانکہ وہ خود جوئے کا شوقین ہے لیکن اس کا جوا اور ہی طرح کا ہے۔ میں جس آدمی کے باطن میں رہتا ہوں وہ شہر کے باطن میں رہتا ہے دونوں ایک سے ہی چور ہیں جو صرف دھن کی پوجا کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ ایک پل میں دولت کمانے کے لئے ایسے ایسے کام ایجاد کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن یہ سارے کام ہیرا پھری کے ہوتے ہیں۔ دیکھتے دیکھتے لوگوں نے پرائز بانڈوں سے سٹے کا کام شروع کیا ہے۔ میرا خالق جس آبادی میں رہتا ہے اس کے باہر ایک بہت بڑا بینک ہے جس کے باہر نئے نوٹ بیچنے اور پرائز بانڈ خریدنے اور بیچنے کا دھندا ہوتا ہے۔ یہ کام شاہراہ کی مرکزی گلی کے ساتھ ایک سائیڈ روڈ پر ہوتا ہے جہاں سارا دن پرائز بانڈ بیچنے والے ہر کار کو اور ہر راہگیر کو روک لیتے ہیں، ہاتھوں میں بانڈ لئے لہراتے ہیں، انہیں ایک رات میں کروڑ پتی بننے کے باغ دکھاتے ہیں۔ سڑک کے ساتھ بڑی دکانوں کے مالکوں نے مقامی حکام سے رابطہ کیا کہ یہاں ہجوم رہتا ہے اور کوئی تخریب کار وہاں بم وغیرہ رکھ سکتا ہے۔ مشینری حرکت میں آ گئی کیونکہ شہر میں پہلے ہی بم پھٹ رہے ہیں، وہاں دکانوں کے سامنے نفری تعینات کر دی گئی لیکن ہجوم کم نہ ہوا۔ جو نفری

Scanned with CamScanner

ویاں تعینات کی گئی تھی وہ بھی بانڈ خرید کر کاروبار کرنے لگی- اس کی اوپر شکایت کی گئی نئی نفری آ گئی اس نے بھی وہی کام شروع کیا اس کی بھی اوپر شکایت کی گئی نفری واپس بلالی گئی اور اس کے بعد پھر وہاں کوئی نفری نہ بھیجی گئی- اخباری اعلانات میں حکومت نے اس کاروبار کو غیر قانونی کہا لیکن کسی نے پرواہ نہ کی- اس دوران ایک عمارت کے ساتھ ایک بڑا سا بورڈ آویزاں کر دیا گیا ہے پرائز بانڈ ڈیلرز ایسوسی ایشن- اس بورڈ کے نیچے فٹ پاتھ پر ایک کرسی میز لگ گئی ہے کرسی پر روزانہ ایک مشٹنڈہ سا آدمی میز پر موبائل ٹیلیفون رکھے کاروبار کرتا ہے میرے خالق نے اسے دوست بنالیا ہے- اس کے اردگرد کھلی شلوار قمیصیں پہنے موٹے تازے گنوار قسم کے آدمی ہاتھوں میں موبائیل اور بانڈ تھامے ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالیاں دیتے فحش مذاق کرتے ہوئے کاروبار کرتے ہیں -

میرے دیکھتے دیکھتے شہر بدل گیا ہے میں شہر کو اپنے خالق کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کیونکہ اس نے میری آنکھیں بند کر دی ہیں-

میرا خالق بہت دنوں سے دفتر نہیں جا رہا بس چارپائی پر لیٹا رہتا ہے- مجھے اس کی دفتری زندگی کے بارے میں زیادہ علم نہیں ہے- آج صبح صبح ملازمت میں اپنی بحالی کی درخواست لکھتا رہا اُس نے اس الزام کی تردید کی ہے کہ وہ جن لوگوں کی مخبری پر معمور ہوتا ہے ان سے پیسے لے کر ان کی اچھی رپورٹیں بنا دیتا ہے- اس کی تنخواہ بھی روک دی گئی ہے اس لئے وہ سٹہ بازوں کے پاس اٹھنے بیٹھنے لگا ہے اور دھونس جما کر دن کا کھانا اور چائے وغیرہ ان کے ذمے ڈال دیتا ہے-

دن کا پچھلا پہر ہے وہ گھر سے باہر نکلا ہے باہر معمول سے زیادہ ہجوم ہے بہت سے لڑکے پرائیز بانڈوں کی لسٹیں چیخ چیخ کر بیچ رہے ہیں- میرا خالق اپنے ایک واقف ڈیلر کے ساتھ فٹ پاتھ پر کھڑا سگرٹ کے گہرے گہرے کش لے رہا ہے-

Scanned with CamScanner

،،مولانا،، ڈیلر نے میرے خالق کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہے،، آج تم بھی کھیلو، روز سوچتے رہتے ہو، آج چاندرات ہے بہت بڑے بڑے بانڈ نکلنے والے ہیں، لگا دو جو کچھ ہے۔"

کچھ دیر سوچنے کے بعد میرے خالق نے کہا ہے "یار غریب آدمی ہوں کہیں مارا نہ جاؤں"۔

''مولانا زندگی میں مزے لینے کے لئے رسک تو لینا پڑتا ہے''

میرا خالق کچھ دیر سوچتا رہا پھر گلی میں ہوتا ہوا گھر گیا ہے وہاں اپنے صندوق سے اس نے دس ہزار روپے نکالے ہیں جو اس نے بڑی مشکل سے جمع کئے ہوئے ہیں کہ وہ رہن کی آخری قسط بیس ہزار کی دے کر زمین اپنے نام کروالے گا۔

جب وہ گھر سے واپس آیا تو ملک ڈیلر اس کی طرف دیکھ کر شاطری سے مسکرایا----

،مولانا، صرف نمبر لینے ہیں یا بانڈ خریدنے ہیں، آج لمبی گیم ہے۔ پیسے لے آئے ہو، یہاں سے بانڈ نہ لینا، بہت سے جعلی ہیں، میرا چچا چوبرجی میں کام کرتا ہے، وہیں جہاں آج چاندرات منائی جانی ہے، اس سے لے لینا، یہ لو میرا کارڈ اس کے پیچھے اس کا نام پتہ لکھا ہوا ہے۔ میرا خالق اس کارڈ کو الٹ پلٹ کر کے بار بار پڑھنے لگا ہے---

اطمینان رکھو سب کچھ ٹھیک ہے۔ لو پھر ایک تحفہ، اس کی قیمت سو روپیہ ہے لیکن تمہیں مفت دے رہا ہوں،،۔ یہ کہہ کر ملک ڈیلر نے اپنے بیگ سے ایک تصویر کا فوٹو سٹیٹ دیا ہے، میرا خالق اس تصویر کو غور سے دیکھ رہا ہے، پھر اس نے کہا ہے۔۔

،،یہ تصویر تو کالی دیوی کی لگتی ہے، اس کے سر کے اوپر سانپ ہے اور منہ سے سانپ نکل رہے ہیں اور وہ ناچنے کا انگ بنائے ہوئے ہے۔

Scanned with CamScanner

"لیکن ملک اس کا بانڈوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟"

دیکھو اس کے ہر آسن پر نمبر لکھیں ہیں، تم نے جب بانڈ لینا ہے تو ہر آسن کے پہلے نمبر کو غور سے دیکھ اس نمبر سے شروع ہونے والا بانڈ خریدنا ہے، پھر دیکھو اللہ فضل کرے گا"

"بے وقوف کے بچے ہمارا اللہ ہندو کی دیوی پر فضل کرے گا؟"

"مولانا یہاں سب کام رلا ملا چلتا ہے۔ لیکن تم تو پلسیے ہی نکلے۔ امرتسر میں ایک پنڈت ہے وہ ہر جنتری کے دس ہزار روپے لیتا ہے میرے چچا کا اس سے سر بند ہے جنتری بن کر آ جاتی ہے اور پھر سو روپے کی یہاں بکتی ہے۔"

"او مجھے چکر نہ دے میں تیرے کہنے پر چوبر جی سے بانڈ یا ان کے نمبر لے لیتا ہوں، رات کتنے بجے نمبروں کا اعلان ہونا ہے؟"

"آدھی رات کو۔؟"

میرا خالق شک اور وسوسے میں مبتلا وہاں سے چل پڑا ہے ابھی فٹ پاتھ پر اس نے قدم رکھا ہی ہے کہ سائیکلوں پر ہاکر ضمیمے لہراتے ہوئے چیخنے لگے ہیں۔۔

"بھارت نے کشمیر میں کالی میزائلیں لگا دیں، جنگ کا خطرہ، فوجیں آمنے سامنے ہیں" ہاکر کی بات پر ہجوم میں سے کسی نے توجہ نہیں دی۔ لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے بانڈ یا ان کے نمبر خرید رہے ہیں۔۔۔

"یہ سب کام رلا ملا ہے" میرے خالق نے کہا ہے اور چوبر جی کی طرف جانے لگا ہے، بینک اور ہائیکورٹ کی درمیانی سڑک کے فٹ پاتھ پر دو درجن کے قریب ادھیڑ عمر کی عورتیں ہاتھوں میں نئے نوٹوں کی تھدیاں لئے گم سم کھڑی ہیں۔ میرے خالق نے سب کو تاڑنے کے بعد ان میں ایک گوری چٹی ادھیڑ عمر کی ڈھلکے لیکن مضبوط بدن کی

Scanned with CamScanner

عورت کا انتخاب کیا ہے۔

،،بی بی سو کی گٹھی کتنے کی؟،،

،،ایک سو تیس کی ،،

،،کچھ کم،،

ہمیں اس میں کیا بچتا ہے؟ بینک والے کو پیسے دینے ہوتے ہیں پھر مالک اپنا حصہ رکھتے ہیں، ہمیں تو صرف تیس روپے دہاڑی ملتی ہے۔'

پیسے کون لگاتا ہے؟

وہ جو سامنے پلاٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں ،،۔

،،بی بی شام ہونے کو ہے تمہیں یہاں ڈر نہیں لگتا،،۔

کس بات کا ڈر؟،،

،،میرا مطلب ہے کہ اگر کوئی آپ کو زبردستی ساتھ لے جائے؟،،

پھر کیا ہے جب سڑک پر آ گئے ہیں تو پھر آنے جانے کا کیا--- ،،

میرا خالق کچھ پریشان سا ہو گیا اور دل ہی دل میں اپنے پھٹیچر سے فلمی ڈائجسٹ کے لئے کہانی سوچنے لگا ہے۔بس میری شامت آنے والی ہے، میں نے اپنے دوسرے بھائی کو ہچکولے مار کر بیدار کیا ہے کہ اس خبیث کا ذہن کسی اور طرف لگائے کہ میری خلاصی ہو جائے۔،،

چوبرجی جانے پہلے ان نے اپنا نقشہ بنا لیا ہے۔وہ ایک ایک ہزار کے دس بانڈ لے گا اگر ایک نمبر بھی نکل آیا تو وہ زمین رہن سے چھڑا کر اپنے ماموں سے رشتہ مانگے گا۔لڑکی خوبصورت ہے اور ایک مربعہ جہیز میں لائے گی۔ کچھ دیر کے لئے اس کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا ہے۔وہ پولیس کی نوکری چھوڑ کر ڈائجسٹ میں نوکری کرے گا۔

Scanned with CamScanner

چوبرجی اور اس کا گرد و نواح انسانی سروں کا سمندر بن چکا ہے' چاروں طرف سے ٹریفک بند ہے' سڑکوں پر کارپوریشن کی روشنیاں چمکنے لگی ہیں- سامنے پلازے میں اونچی آواز میں بھارتی فلموں کے گیت سنائی دے رہے ہیں' ہر ایک منہ میں چاندرات کا ورد ہے ا- بس بانڈوں کے نمبر نکلنے والے ہیں- میرے خالق نے کچھ حساب کیا' اپنی جیب سے کالی ماتا کی تصویر نکالی اور بڑی دیر تک اس کے مختلف آسنوں کو الٹا نیچا کر کے دیکھتا رہا- جب اس کی تسلی ہوگئی تو وہ ہجوم کو کاٹتا ہوا اس بانڈ ڈیلر کے پاس پہنچا اور ملک کا کارڈ دکھایا ہے جو اس نے حقارت سے پرے پھینک دیا ہے میرا خالق ایک اور ڈیلر کے پاس چلا گیا ہے اسے دس ہند سے بتائے ہیں کہ جو بانڈ پہلے ہند سے سے شروع ہوتے ہیں وہ دے دو- ڈیلر جو ہجوم میں گھرا ہوا ہے اس نے کہا ہے' مولوی ثاب اتنا ٹائم نہیں ہے' یہ بانڈ لینے ہیں تو لے لو' آج نمبر نہیں ملیں گے''-

میرے خالق نے دس ہزار روپے کے بانڈ اس تسلی کے ساتھ خرید لئے ہیں کہ اگر اس کے بانڈوں کے نمبر نہ نکلے تو وہ صبح جا کر بینک میں اپنی رقم کھری کر لے گا- میرے خالق نے ہر شخص کے پاس کالی ماتا کی تصویر دیکھی ہے جس کو سامنے رکھ کر وہ نمبروں کا قیافہ لگا رہا ہے-

رات کے گیارہ بج گئے ہیں لیکن بانڈوں کی لسٹوں کا اعلان نہیں ہوا لیکن لوگ اسی طرح جمع ہیں- خدا خدا کر کے بارہ بجے رات لاوڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ لسٹیں موصول ہوگئی ہیں- چند ہی لمحوں میں فیکس پر آئی ہوئی لسٹیں نہ جانے اتنی تعداد میں کیسے فوٹو سٹیٹ کی گئی ہیں جو ہاتھوں ہاتھ بکنے لگی ہیں- میرا خالق بھیڑ کاٹتا' لوگوں پر گرتا ہوا لاوڈ سپیکر کے پاس پہنچا جہاں چار پانچ آدمی لسٹیں بیچ رہے ہیں' عجب چھینا جھپٹی کا عالم

ہے

" اوہ مارے گئے' میں نے اپنا سب کچھ رہن رکھ کر لاکھوں کے بانڈ خریدے تھے' بہن چود دھوکہ ہوا ہے' اس قسم کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں- میرا خالق پسینے میں شرابور لسٹیں لے کر ہجوم سے باہر نکل کر چوراہے سے کافی دور ایک سٹریٹ لیمپ کے نیچے کانپتے ہوئے ہاتھوں اور دھڑکتے ہوئے دل سے نگاہوں کو اوپر نیچے بھگا رہا ہے' لیکن اس کو کہیں اپنے بانڈوں کے نمبر نظر نہیں آئے' اس نے تین چار مرتبہ لسٹیں چیک کئیں- اس کا دل بیٹھنے لگا ہے- میں بہت خوش ہوں کہ اسے بھی آخر سزا ملی ہے' وہ اسی طرح پولیس میں دھکے کھائے گا اور آمدنی بڑھانے کے لئے دو دو ٹکے کے فیچر لکھے گا' آج کی رات وہ کچھ نہیں کرے گا اور میں آرام کی نیند سوؤں گا-

میرے خالق کی دنیا دھپ سے گر گئی ہے' اس کی سوچیں مسمار ہو گئی ہیں لیکن اسے یقین ہے کہ اس نے کچھ نہیں کھویا' صبح وہ بینک یا ڈاکخانے جا کر بانڈوں کے عوض اپنی رقم لے لے گا- میرا خالق بڑی خبیث روح ہے' ساری رات بے چین رہا- ادھر سے اذان ہوئی تو وہ وضو کرنے کے لئے باہر نکلا تو ہمسایے کی بیوی' جس سے میرے خالق کا جسمانی رشتہ ہے کھڑکی میں کھڑی کپڑے بدل رہی ہے وہ اسے دیکھ کر مسکرایا ہے اور اپنی الماری سے دوربین نکالا کر اسے دیکھنے لگا ہے' ابھی دھندلکا ہے اور لوگ بیدار نہیں ہوئے' ہمسایے کی بیوی نے اپنی بریز برا تار دی ہے اور اس کا انہماک بڑھ گیا ہے' اس کے منہ سے رالیں ٹپک رہی ہیں- اتنے میں دوسری مرتبہ اذان ہوئی ہے' اس نے جلدی سے دوربین رکھی اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا ہے-

صبح جب دس بجے وہ اپنے بانڈ لے کر باہر نکلا ہے تو ہو کا عالم ہے' ٹریفک معمول پر ہے' سائیڈ روڈ پر کوئی ڈیلر موجود نہیں ہے- اس گلی کی نکڑ پر بیٹھے پھل فروش افضل سے پوچھا---

Scanned with CamScanner

'بابو جی آج پہلی ہے اور پولیس نے بینک کی وجہ سے ناکہ لگایا ہوا ہے اور سارے ڈیلر بھاگ گئے ہیں'

'وہ ملک کا بچہ کہاں ہے جو کل یہاں میز کرسی لگا کر بیٹھا ہوا تھا'

''صبح کا دیکھا نہیں'

میرے خالق کو کچھ تشویش ہوئی وہ سیدھا بینک گیا اور اپنے بانڈ کاونٹر پر رکھ کر ان کے عوض رقم کا مطالبہ کیا ہے- کاونٹر پر موجود بینک کا اہلکار مصروف ہے' اس نے بیس منٹ کے بعد اس کے بانڈوں کو دیکھنا شروع کیا ہے 'اس نے اپنے دراز سے ایک لسٹ نکالی ہے اور کافی دیر تک نمبر تلاش کرتا رہا ہے' اس نے ایک دو مرتبہ میرے خالق کی طرف کنکھیوں سے دیکھا ہے جو ایک ایک خوبرو عورت کی تاڑی لگا رہا ہے--

''مولانا آپ کے بانڈ جعلی ہیں''-

''کیا کہا تم نے؟''

''یہی کہ آپ سے دھوکہ ہو گیا ہے ''

''میں پولیس والا ہوں میرے ساتھ کون دھوکہ کر سکتا ہے-''

'جب پولیس والے سب سے دھوکہ کرتے ہیں تو ان کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتا--'

میرا خالق تباہ و برباد ہو کر اپنے کمرے میں بچھی ہوئی چارپائی پر دھڑام سے گر گیا ہے- اس کی بربادی میری خوشی ہے' میں اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا ہوں' اب مجھے وہ کچھ نہیں بنا سکے گا جو کچھ میں نہیں ہوں- یں اس کی طبیعت سے آشنا ہوں وہ باز آنے والا نہیں ہے-

Scanned with CamScanner

پروین کی کہانی

پروین ایک انسان ہے یا ایک وجود؟ عورت ہے یا ایک انسان؟ پروین کی کہانی شروع ہونے سے پہلے ہی مسئلے مسائل شروع ہو گئے ہیں- اگر وہ عورت ہے تو پھر اس کی کہانی کے سارے باب پہلے ہی سے لکھے جا چکے ہیں؛ اس نے شادی کرنی ہے، خاوند سے مار کھانی ہے، ہر سال ایک بچہ پیدا کرنا ہے، چھ سات گھروں کا کام کرنا ہے، رات کو ایک کوارٹر کے ایک کمرے میں خاندان کے آٹھ نو افراد کے ساتھ ایک چادر بچھا کر سو جانا ہے اور منہ اندھیر کچھ کھائے پیئے بغیر کام پر نکل جانا ہے- اس کے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے- اس کی ماں چاہے تو وہ منہ اندھیرے اس کا ناشتہ تیار کر سکتی ہے- جب وہ گاؤں میں رہتی تھی تو اسے زیادہ بھوک نہیں لگتی تھی- شہر میں اسے دن بھر بھوک لگتی ہے لیکن کھانے کے لئے اسے صرف تیسرے پہر روٹی ملتی ہے- اس کی ماں سارا دن گھروں میں کام کرتی ہے، اس کے ساتھ اس کی چھوٹی دو بہنیں اور دو بھائی ہوتے ہیں جو اس علاقے کے مختلف گھروں میں پھیلے ہوتے ہیں- وہ خود ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلی جاتی ہے- یہ سلسلہ سہ پہر تک چلتا ہے- پروین کا حلیہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ حلیے کا تعلق عورت کے وجود کے ساتھ ہے- عورت کا حلیہ اچھا ہو تو اردگرد کے لوگ اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں- بات سے بات نکل آئی - ہمارے یہاں سب معاملات گڑبڑ ہیں- ہم جنوبی ایشا کے رہنے والوں کے رنگ سانولے گندمی اور سیاہ ہیں- ان کے بیچ

Scanned with CamScanner

پٹھانوں اور کشمیریوں نے گڑ بڑ ڈال دی ہے- وہ چٹے گورے اور ان کی عورتیں بھی ایسی ہی ہیں- جب بھی شادی بیاہ کی بات ہوتی ہے یا لڑکی کا چہرہ دیکھا جاتا ہے، اگر رنگ سانولہ یا سیاہ ہے تو دیکھنے والے کا منہ اتر جاتا ہے- ہر کوئی سفید رنگ کی لڑکی چاہتا ہے- ہوسکتا ہے یہ انگریزوں کا اثر ہے جو ڈیڑھ سو برس یہاں حاکم رہے- لیکن انگریز تو سانولی عورتوں کے پیچھے مرتے تھے- شاید سانولا رنگ ان کے شہوانی جذبات میں شدت پیدا کرتا ہے- اس بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا- دور کیوں جاتے ہیں رنجیت سنگھ کو ہی لے لیں- اس نے لدھیانے میں کشمیری عورتوں کا کیمپ بنایا ہوا تھا جہاں سے وہ اپنے حرم کے لئے عورتیں منگوایا کرتا تھا- اس کی دیکھا دیکھی اس کے غیر ملکی جرنیلوں نے خاص طور پر وینتورا اور آلار نے بھی مقبرہ انارکلی میں کشمیری عورتوں کے حرم قائم کئے تھے- جنرل الارڈ جو لاہور کا جنرل اور حاکم تھا اس نے ایک کشمیری عورت سے شادی کی تھی اور اس سے اس کی کافی آل اولاد تھی- ایک دن میں یونیورسٹی میں اپنے موضوع کے پوسٹ گریجوایٹ کلاس روم کے پاس سے گذر رہا تھا تو تین چار لڑکیاں روش پر کھڑی باتیں کر رہی تھیں- غالباً ان میں شادی کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی- ان میں سے ایک سفید رنگ کی لڑکی بڑے فخر سے کہہ رہی تھی -- ''بھئی میں تو بُک ہوگئی ہوں، بس پہلی نظر ہی میں انہوں نے مجھے پسند کرلیا ہے''- پاس کھڑی لڑکی، جس کا رنگ گہرا سانولہ تھا، اس نے برجستہ جواب دیا ''تمہیں یا تمہارے رنگ کو بُک کیا ہے-'' ''معلوم نہیں'' تیسری نے کہا ''تم کوئی سوزوکی کار ہو جسے بُک کیا ہے''

بات کہاں سے کہاں نکل گئی ہے- میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں ماہر جنسیات اور نفسیات ہوں اور شام کو پریکٹس کرتا ہوں- پچھلے مہینے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ لوگ ریٹائر ہونے کے بعد مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں، کوئی سوشل ویلفیر کے کام میں لگ جاتا

ہے کوئی محلے کی صفائی اور علاقے کی مسجدوں کی مرمت اور صفائی میں اپنی مصروفیت ڈھونڈ لیتا - آخر میں نے بھی پچیس برس تک حشرات الارض اور جانوروں کے بدنی نظاموں کا مطالعہ کیا ہے میں یہ کام چلالیتا ہوں پیسے بھی ٹھیک کماتا ہوں' کوئی ٹینشن نہیں ہے کوئی پرنسپل اور کلاسز نہیں ہیں - اس کے علاوہ لوگوں کی بیویاں بھی میرے پاس اپنے شوہروں کے لئے آتی ہیں لیکن میں آپ کو یہ باتیں ہرگز نہیں بتاؤں گا چلئے تھوڑی سی بات بتا دیتا ہوں یہ سارا مسئلہ آرگیزم ہے' مرد تو جھٹ--- خیر چھوڑیئے میں انہیں باتیں کے تو پیسے کماتا ہوتا ہوں - بات پروین کی تھی جواب کام کرنا نہیں چاہتی کیونکہ جب وہ پانچ برس کی تھی تو اس کی ماں نے اس کا بچپن اس سے چھین کر اسے گھروں کے برتن اور کپڑے دھونے پر لگا دیا تھا - وہ تیرہ برس سے یہ کام کر رہی ہے - اس کے دوسرے بہن بھائی بھی یہی کام کرتے ہیں - اس کی ماں مہینے کے بعد ان گھروں میں جا کر اپنی اولاد کی تنخواہیں اکٹھی کر لیتی ہے - جو معقول ہوتی ہے اس کے باوجود وہ گھر میں ایک مرتبہ شام کا کھانا پکاتی ہے - اگر بچے بھوک سے بلک رہے ہوں تو وہ انہیں کوستی ہے اور یہ ہدایت کرتی ہے کہ جن گھروں میں کام کرتے ہو وہاں سے کھا لیا کرو - مہنگائی کے زمانے میں اور جب سے ناظموں کی حکومت آئی ہے گوشت دو سو روپے کلو ہو گیا ہے - مسلمان اب ہندو ہو گئے ہیں میرا مطلب ہے ویجیٹیرین -- سبزی گھاس پھوس اور دالیں وغیرہ لیکن دالیں بھی ساٹھ روپے کلو سے کم نہیں ہیں - جز وقتی ملازموں کو آجکل کون کھانا دیتا ہے - بچا کھچا بچوں کا ضائع کیا ہوا لوگ انہیں پھینکنے کی بجائے جز وقتی ملازموں کو دے دیتے ہیں - یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پروین کی ماں اتنے سارے پیسے کہاں لگاتی ہے کہ گھر میں بمشکل ایک پہر کا کھانا پکتا ہے - پروین جب صبح صبح بہت تیزی سے کام کرتی ہوئی ہانپنے لگتی ہے تو بعض دفعہ ناشتے کی فرمائش کرتی ہے تو میری بیوی مشتعل ہو جاتی ہے اور غصے

Scanned with CamScanner

سے مجھے انگریزی میں کہتی ہے کہ اسے رات کا بچا ہوا سالن اور روٹی دے دو- میں احتجاج کرتا ہوں کہ اسے وہی ناشتہ دیا جائے جو ہم کرتے ہیں- میری بیوی چیخ کر انگریزی میں کہتی ہے I know these sluts ' یہ اسی بہانے مردوں کو پھسلاتی ہیں- سیمون دی بوار صحیح کہتی ہے کہ فرانس میں بھی پیشہ ور عورتیں پہلے ڈومسٹک ہوتی ہیں- دیکھا نہیں تم نے پروین جان بوجھ کر undergarments نہیں پہنتی جب جھک کر کام کرتی ہے، سب کچھ لٹک کر باہر آ رہا ہوتا ہے- جب یہ کام کر رہی ہو تم اپنے کمرے میں رہا کرو-'' میں غصے سے جواب دیتا ہوں، میں ماہر نفسیات اور ماہر جنسیات ہوں مجھے کیا سمجھاتی ہو-''

''ہاں جب مردوں سے کچھ ہو نہ سکے تو وہ ماہر جنسیات اور نہ جانے کیا کیا بن جاتے ہیں-'' میں صبح صبح الجھنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ میرا یوگا کرنے کا وقت ہوتا ہے- میں اپنے کمرے میں آ کر سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہوں پروین بغیر ناشتہ کئے دوسرے گھر کی طرف نکل جاتی ہے- جب سے میری بیگم ایک این جی او کی نائب صدر ہوئی ہے وہ انگریزی بہت بولنے لگی ہے- یہ این جی او عورتوں کے حقوق کے لئے کوشاں ہے- ابھی تک عورتوں کو مساوی حقوق دلوانے کے لئے بڑی کامیابی سے تین طلاقیں موثر کروا چکی ہے- وہ تینوں عورتیں اپنے والدین کے گھروں میں بیٹھی ہیں-

میں شاید آپ کو بتا چکا ہوں کہ ناہید میرے سابقہ ڈرائیور امین جگلو کی بیوی ہے جس سے اس کی نہیں بنتی - اس کی بیوی نے میری بیوی کو بتایا کہ وہ ہمبستری کا شوقین ہے اور اسے آٹھ بچوں کا تحفہ دے چکا ہے- گاؤں میں بھی ادھر ادھر منہ مارتا ہے، کوئی کام نہیں کرتا، کبھی ایک مہینہ ایک گھر میں ڈرائیوری کی اور کبھی کسی اور گھر میں، پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گاؤں واپس چلا جاتا ہے- آٹھ بچوں کی پرورش کا بوجھ مجھ پر ہے- بیگم صاحبہ مجھے

کہتا ہے کہ بچے میں پیدا کرتی ہوں۔شکر ہے اب اس کا کام ختم ہو گیا ہے' سنیاسیوں اور حکیموں کے پاس پھرتا ہے۔سنا ہے صاحب کے پاس بھی آیا تھا۔بیگم صاحبہ میں نے دو مہینوں بعد پروین کی شادی کرنی ہے اور امین کو اس کی پرواہ نہیں' کہتا ہے تم نے پیدا کی ہے خود ہی خرچہ اٹھاؤ خرچہ تو میں نے بہت سالوں سے اٹھایا ہوا ہے' اسے بھی مہینہ دیتی ہوں۔''

''تم نے کہاں رشتہ طے کیا ہے؟''۔

''اپنے بھانجے کے ساتھ''

''کیا کام کرتا ہے؟''

''ٹرک ڈرائیور ہے''

''کوئی نشہ وغیرہ تو نہیں کرتا؟''

''تھوڑا بہت۔ہمارے گاؤں کے سب مرد نشہ کرتے ہیں۔اور عورتیں کام کرتی ہیں۔''

''کوئی اور رشتہ ڈھونڈ لو بعد میں مصیبت پڑ جائے گی۔''

بیگم صاحبہ میں زبان دے چکی ہوں' اور ہم لوگ قصائی ہیں اور باہر رشتہ نہیں کرتے۔۔''

ایک ہفتے بعد امین جگلو میرے گھر آیا۔اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور صحت بھی گری ہوئی تھی۔میری تھوڑی بہت خوشامد کرنے کے بعد کہنے لگا۔۔

پروین کی ماں بیگم صاحبہ کی بات مانتی ہے اور انہوں نے شادی پر اسے جہیز بنا کر دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔یہ سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے کہ وہ اتنی فیاض کیسے ہو گئی ہے' وہ اپنے پیسے صرف اپنی ذات تک محدود رکھتی ہے۔میرا سسر ایک کن کٹا قسم کا بزرگ

Scanned with CamScanner

تھا جو لدھیانے کا رہنے والا تھا۔ 1947 کے فسادات کے دوران اس نے کافی لوٹ کھسوٹ کی متروکہ زمینوں پر ناجائز قبضہ کیا جنہیں بعد میں مہنگے داموں پر فروخت کیا۔ اس کے بعد اس نے داڑھی رکھ لی حج کیا اور سریا بنانے کی فیکٹری لگا لی جس کا نام اس نے الحاج سریا مل رکھ لیا۔ اس نے ایک کوٹھی اپنی اکلوتی بیٹی یعنی میری بیوی کو تحفے میں دے دی۔ میری بیوی کو پندرہ ہزار روپیہ ماہوار کرایہ مل جاتا ہے۔ میری بیوی کا ایک بھائی ہے جو مجھ سے کتراتا ہے۔ میری بیوی ہفتے میں چار دن این جی او کے دفتر جاتی ہے اور دوسری ادھیڑ عمر کی مطلقہ عورتوں کے ساتھ مل کر غریب عورتوں کے مسائل طے کرتی ہے۔ وہ کبھی کبھار ہمارے گھر بھی آتی ہیں ان کی وضع قطع اور طریق گفتگو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے شوہروں نے صحیح فیصلے کئے تھے۔

امین جگلو میری ملازمت چھوڑ کر اپنے گاؤں چلا گیا ہے۔ اس کی جگہ مجھے ابھی تک کوئی ڈرائیور نہیں ملا۔ ابھی کل ہی پروین بیگم صاحبہ کو کہہ رہی تھی ''آپ میری اماں کو کہیں کہ جہیز میں ٹیلیویژن دے۔ وہ میری بات نہیں مانتی، ابا نوکری چھوڑ کر گاؤں میں جا بیٹھا ہے۔،،

''تمہارا خاوند کیا کرتا ہے؟،،

''ٹرک ڈرائیور ہے۔،،

''تمہارں ماں کو کوئی اور رشتہ نہیں ملا؟۔،،

''وہ میرے ماما زاد ہے،۔ بیگم صاحب عجیب سا مرد ہے۔ گالیاں بہت دیتا ہے۔ اس کا رنگ بھی کالا ہے۔،،

''تم شادی سے انکار کر دو،، پروین نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

میں جس گھر میں رہتا ہوں وہاں کشادگی کی بجائے تنگی کا احساس غالب رہتا

Scanned with CamScanner

ہے- ایک کمرے کی باتیں دوسرے کمرے میں واضح طور پر سنائی دیتی ہیں- میرا خیال تھا کہ گاؤں کی لڑکیاں بڑی شرمیلی ہوتی ہیں اور اپنی شادی بیاہ کی باتیں برملا نہیں کرتیں- مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ سی ڈی اور ڈش انٹنا تو ہر گاؤں میں راج کر رہے ہیں- پروین جب بیگم صاحبہ سے بعض دفعہ بے تکلفی سے باتیں کرتی ہے تو وہ مرد اور عورت کے مخفی اعضا کا بار بار ذکر کرتی ہے-

کل شام امین جگلو ایک لمبے تڑنگے سیاہ فام اور بڑی بڑی مونچھوں والے نوجوان کو میرے گھر لے آیا- مجھے کچھ حیرت ہوئی- میں نے غور سے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

''صاب یہ پروین کا خاوند ہے' آپ سے ملانے لایا ہوں کہ آپ اسے سمجھائیں''۔

میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا ہے۔۔

''یار نشہ نہ کیا کرو' یہ نامرد بنا دیتا ہے''۔

''صاب کون بہن چود نشہ کرتا ہے' بس ایک آدھ سگرٹ کھینچ لیتا ہوں''

اس نے بدتمیزی سے جواب دیا تھا اور میرا پارہ چڑھنے لگا تھا۔ امین جگلو بھانپ گیا تھا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے گیٹ سے باہر چھوڑ آیا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا اور پتھر کے بنچ پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا اس کی آنکھیں نم تھی۔

''امین تم نے پروین کے ساتھ ظلم کیا ہے وہ اچھی خاصی لڑکی ہے اور تم نے ایک بیل سے اس کی شادی کی ہے۔ تم نے شادی سے پہلے کچھ نہ سوچا''

''میں بے بس تھا'' وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔

اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا پروین اس کی چہیتی

Scanned with CamScanner

تھا۔اس نے کانپتی آواز میں کہا۔۔

''سر فیصلے تو میری بیوی کرتی ہے۔میں نے اس رشتے کی مخالفت کی تھی میری بیوی ناہید کے سات بھائی ہیں نشی اور بدمعاش پیشہ ہیں۔ذرا سی بات ہوا پنے بھائیوں کو بلا لیتی ہے۔اس عورت نے مجھے بے بس کیا ہوا ہے۔اپنے گاؤں کی لڑکیوں میں شہر میں نوکریاں لے کر دیتی ہے بڑی کن ٹٹی قسم کی عورت ہے میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں میں اس کی شادی اپنے ایک رشتہ دار سے کرنا چاہتا تھا وہ دفتر لاٹ صاحب میں ڈسپیچ رائیڈر ہے''۔۔

''پروین کہاں ہے؟''

''بس آتی جاتی رہتی ہے' کبھی گاؤں میں اور کبھی میرے پاس۔اس کا گاؤں میں دل نہیں لگتا۔اس کا خاوند اسے مارتا بھی ہے اوپر سے اسے بچہ ہونے والا ہے آج کل وہ میرے پاس آئی ہوئی ہے۔''

مجھے کچھ دھچکا سا لگا کہ ابھی کل یہ لڑکی یہاں کام کرتے ہوئے شوخیاں کرتی تھی اب ایک بچہ پیٹ میں لئے ماری ماری پھر رہی ہے۔پروین کی ماں ایک ہفتے سے گاؤں گئی ہوئی تھی اور اپنی جگہ اپنی بدتمیز سی کام چور بھانجی کام کے لئے چھوڑ گئی تھی جو کام سے زیادہ چوری چکاری کی طرف زیادہ متوجہ رہتی ہے۔

ان واقعات کے چند دنوں میں حسب عادت صبح کی سیر کے لئے گھر سے باہر نکلنا چاہتا تھا تو مجھے محسوس ہوا کے گھر کے گیٹ کے ساتھ کوئی ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہے میں گیٹ دھکیل کر کھولا تو پروین ہڑبڑا کر اٹھی۔اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔۔

''پروین' تم یہاں' اس وقت؟''

''میں یہاں کام کرنی آئی ہوں' اس لڑکی کی جگہ جو اماں نے کام کے لئے آپ

Scanned with CamScanner

کے پاس بھیجی تھی''

''تم تو گاؤں میں رہتی ہو، یہاں کیا کرنے آئی ہو''

''میں گاؤں چھوڑ آئی ہوں''۔

''تمہارا خاوند کہاں ہے؟''

''گاؤں میں، میں اسے بھی چھوڑ آئی ہوں''۔

میں نے اسے غور سے دیکھا اس نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔

''کیوں؟''

''وہ اچھا آدمی نہیں ہے، رات کو نشہ کرتا ہے اور ساری رات مجھے ادھیڑتا رہتا ہے۔ میں انسان ہوں''۔

''تمہاری ماں کہاں ہے؟''۔

''وہ گاؤں معاملہ طے کرنے گئی ہے''۔

''تم شہر میں رہو گی''

''میں گھروں کا کام کروں گی۔ میں بچپنے سے یہ کام کرتی آئی ہوں''۔

میں نے گھر کا گیٹ کھول دیا اور وہ اندر چلی گئی۔

Scanned with CamScanner

لمبی دوڑ

ارشد دن بدن اس خیال سے مغلوب ہو رہا تھا کہ وہ زندگی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا تھا اور اب اس دوڑ کو پھر شروع کرنا مشکل تھا کیونکہ وقت کی جراحی نے اس کی ہڈیوں کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا اور اسے اٹھنے بیٹھنے میں بھی کچھ دقت محسوس ہوتی تھی۔ ارشد کی سب سے بڑی بدقسمتی اس کی شادی کا بندھن تھا۔ وہ ایک کھلنڈرا قسم کا ایتھلیٹ تھا جو سو میٹر کی دوڑ میں برق رفتار تھا اور آج تک اس کا ریکارڈ کوئی نہیں توڑ سکا تھا۔ بعض وجوہات کی بنا پر اولمپکس میں حصہ نہیں لے سکا تھا جس کا اسے بیحد ملال تھا۔ کھیلوں کی بنیاد پر ہی اسے ریلوے کے محکمے میں ملازمت مل گئی تھی۔

وہ صبح ہیڈ کوارٹر میں نوکری کرتا اور شام کو ریلوے کے کھلاڑیوں کی تربیت کرتا۔ اسے شادی بیاہ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنی جنسی ضرورت کو ادھر ادھر سے پورا کر لیتا۔ اسے گھر بسانے کی خواہش نہیں تھی اس کے باپ کا کشادہ مکان تھا اور وہ باپ کی اکیلی اولاد تھا جسے اپنی نسل آباد کرنے کا جنون تھا۔ لیکن ارشد ہر مرتبہ باپ کی بات ٹال جاتا۔ یکا یک ارشد کی ماں بہت بیمار ہو گئی۔ اس کی دیکھ بھال ایک مسئلہ بن گیا تھا اور کچھ عرصہ بعد اس کے باپ نے اس کی شادی اپنے ایک رشتہ دار کی بیٹی سے کر دی اور اسے ہدایت کی کہ وہ جلد از جلد اولاد نرینہ پیدا کرے۔ باپ کی خواہش پورا کرنے کے لئے اور دوستوں کے کہنے سننے پر اس نے کشتے کھانے شروع کئے۔ ان کاوشوں کے باوجود وہ اولاد

Scanned with CamScanner

نرینہ تو پیدا نہ کر سکا البتہ اس کی خواہش کا سمندر بے قابو ہو گیا اور اسے ایک دن میں ایک سے زیادہ عورتوں کی ضرورت پیش آتی - تین چار برسوں تک ارشد اسی گردش میں رہا- ایک مرشد کا ہاتھ تھا ما کہ اپنی اس خواہش سے نجات پائے - اس نے دم درود کیا، اور تین پڑیاں اسے نہار منہ کھانے کے لئے دیں - تیسری پڑیا نگلنے کے بعد اس کی خواہش اتنی شدید ہو گئی کہ وہ دفتر سے غائب رہنے لگا - اس روحانی اور جسمانی علاج کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس کے یہاں پے در پے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں -

ملازمت سے ریٹائر ہونا اس کے لئے بہت صدمہ تھا، اسکی جمع پونجی قلیل سی پینشن اور کچھ فنڈز تھے - اس نے اپنے فنڈز قومی بچت میں انوسٹ کر دیئے تھے جس سے اسے ماہانہ سود ملتا تھا - اس کی بیوی جب معلوم ہوا کہ وہ سود کی رقم سے گھر چلاتا ہے تو اسنے بہت چیخ چہاڑا کیا کیونکہ وہ مذہبی قسم کی عورت تھی اور روزانہ باری باری ایک بیٹی کو لے کر پیروں فقیروں کے پاس لے جاتی ، رات کو سونے سے پہلے دم درود کرتی - ارشد انکار روائیوں کا مطلب سمجھتا تھا اور اسے یقین تھا کہ ان ٹوٹکوں سے بھی اس کی لڑکیوں کی شادی نہیں ہو سکتی - شادی کے لئے اچھی شکل، روپیہ پیسہ اور سوشل پوزیشن کی ضرورت ہے، ان میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہیں تھی - اس کی بیٹیاں سارا دن ٹیلیوژن کے دوالے رہتیں کیونکہ ان کے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا - ماں انہیں گالیاں دیتی، دوزخ کی آگ سے ڈراتی، ان میں سے ایک ٹیلیوژن کی آواز اونچی کر دیتی ,, یو آر مائی سونیا،، کا گانا اونچی لے پر اگونجنے لگتا اور تینوں بہنیں ایک آہنگ کے ساتھ تالیاں بجاتیں - ارشد کنکھیوں سے سب کچھ دیکھتا اور خاموش ہو جاتا کیونکہ وہ اب حکم نہیں چلا سکتا تھا - اس کے گھر والے روزانہ بار بار کہتے کہ اسے کوئی نوکری ڈھونڈنی چاہیئے -

تینوں میں سے سب سے بڑی بہن نے یہ منصوبہ بنایا کہ مکان کے ایک حصے

Scanned with CamScanner

میں نرسری کھول لی جائے- ظاہر ہے کہ اس منصوبے کے لئے تھوڑا بہت سرمایہ درکار تھا جو اس گھر میں موجود نہیں تھا- ارشد کی بیوی نے یہ تجویز دی کہ جس جمع پونجی کا ہر ماہ گھر میں سود آتا ہے جسے وہ سور کہتی، اس رقم کو سکول قائم کرنے پر صرف کیا جائے، اس کے بعد اللہ مالک ہے- ارشد سمجھ گیا کہ وہ مذہب کی آڑ لے کر اسے نہتا کرنا چاہتی تھی- اس نے دوٹوک انکار کر دیا-

ارشد کو اپنے بے وقعت ہونے کا شدت سے احساس تھا، وہ جب ملازمت میں تھا تو اس کا رویہ کچھ جارحانہ تھا لیکن اب وہ بالکل دھیمہ پڑ گیا تھا، اس ایتھلیٹ کی طرح جو سب سے پیچھے رہ گیا تھا پھر بھی اسے دوڑ پوری کرنے کے لئے بھاگنا تھا- اس نے دو تین مرتبہ دفتر کے حکام سے ملاقات کی، اپنی خدمات کا راگ الاپا، وہ بہت مصروف تھے اور ان کے پاس ارشد کی بات سننے کے لئے وقت نہیں تھا- لیکن ارشد کے پاس وقت ہی وقت تھا- وہ کبھی کبھار پچھلے پہر سپورٹس سٹیڈیم میں جاتا اور نئے کھلاڑیوں کو چھوٹی اور بڑی دوڑ کے طور طریقے سکھاتا لیکن جلد ہی اس مصروفیت سے اس کا جی بھر گیا اس خیال کی وجہ سے اس کی اپنی دوڑ ختم ہو چکی تھی اور اسے اب دوسروں کو دوڑتے ہوئے دیکھنا تھا-

اس کے گھر سے محکمے کا ٹیلیفون اتار لیا گیا تھا- اس نے اخبار بھی بند کرا دیا تھا- اب وہ کبھی کبھار پبلک لائبریری میں اخبار پڑھنے جاتا موڈ ہوتا تو پرانے اتھلیٹوں کے بارے میں کوئی کتاب یا رسالے پڑھنے لگتا- اردو اخبار کی ورق گردانی کرتے ہوئے اس کی نگاہیں ایک دو کالمی خبر پر جم گئیں جو ۴۲ کلومیٹر لمبی دوڑ کے بارے میں تھا جس میں جیتنے والے کو ایک لاکھ ڈالر انعام دیا جائے گا- اس میراتھون دوڑ میں تمام ملکوں سے ۱۴ ہزار لوگ شرکت کر رہے ہیں اور کل اس دوڑ میں شرکت کی رجسٹرشن کی آخری تاریخ ہے-

Scanned with CamScanner

اس دوڑ کا مقصد انسانیت اور بھائی چارے کا فروغ ہے،ارشد نے یہ خبر پڑھ کر اخبار لائیبریری کی میز پر پھیلا کر ادھر ادھر دیکھا جیسے وہ اس خبر کی تصدیق چاہتا تھا- رات کو اپنے کمرے میں جاتے ہوئے اس نے سرسری طور پر چند لمحات کے لیئے ٹی وی دیکھا تھا اور بہت سے ملکوں کے جوانوں اور بوڑھوں کو میراتھون دوڑ میں شرکت کرنے کے لئے اس شہر میں اترتے ہوئے دیکھا تھا- اس وقت یہ خبر اس کے لئے اہم نہیں تھی۔لیکن اخبار میں اس کی تفصیل پڑھ کر اس کا ذہن سرسرانے لگا۔اپنے تجسس کو مطمئن کرنے کے لئے اس نے انسائیکلو پیڈیا کی ایک جلد اٹھائی اور میراتھون دوڑ کی تاریخ پڑھنے لگا۔ یونانیوں کی اس قدیمی دوڑ کا بیان کچھ اتنا طویل نہیں تھا چند ساعتوں کے بعد وہ لائیبریری کے برآمدے میں ٹہلتے ہوئے اپنے بازو اس طرح ہلانے لگا جیسے اس کی مسلسل جنبشوں سے اس کی ہڈیوں میں لگا بوڑھاپے کا زنگ اتر جائے گا،اس عمل کے بعد وہ اپنے پنجوں پر یوں اچھلنے لگا جیسے وہ دوڑ سے پہلے اپنے آپ کو وارم اپ کیا کرتا ہے۔ان حرکات و سکنات سے اس کے بدن میں کچھ چستی پیدا ہوئی -''نہیں ابھی مجھ میں دم ہے،،اس نے تیقن سے اپنے آپ سے کہا اور گھر کی راہ لی اور تیز تیز قدم اٹھانے لگا جیسے وہ میراتھون دوڑ کی مشق کر رہا ہو۔

جب وہ گھر پہنچا تو اس نے اپنے آپ میں ایک طرح کی تازگی اور بشاشت محسوس کی جیسے وہ جلد ہی اپنے حالات بدل دے گا،وہ اپنے ارادے کا اظہار اپنی بیوی سے کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایک رسک لینا چاہتا تھا لیکن یہ سوچ کر خاموش رہا کہ اسے جواب میں جلی کٹی سننی پڑیں گی،وہ ایک دم کہے گی بوڑھی گھوڑی اور لال لگام،اپنی عمر اور صحت کی طرف دیکھو، اٹھتے بیٹھتے ہائے ہائے کرتے ہو،،۔وہ سیدھا اپنے کمرے میں گیا اپنے سکٹ باکس کو ایک مدت کے بعد کھولا اور چڑی مڑی ٹی شرٹوں اور شارٹس کو باہر نکال کر

Scanned with CamScanner

کرسی پر رکھ دیا، اپنے ریسنگ شوز نکالے سب چڑ مڑ اور پرانے ہو چکے تھے، اس حالت میں انہیں پہننا مناسب نہیں ہے، کیوں نہ میں سپورٹس کی دکان سے نئی آوٹ فٹ لے لوں؟ اس نے پل بھر کے لئے سوچا لیکن مالی تنگی نے اسے چاروں جانب سے جکڑا ہوا تھا۔ ارشد نے اپنی بیٹیوں میں سے کسی کو بھی اپنی آوٹ فٹ استری کرنے کے لئے نہ کہا اور چپ چاپ استری کرنے لگا۔ اسی کمرے میں ٹی وی چل رہا تھا اور اس کی تینوں بیٹیاں بھارت کی ایک فلم دیکھنے میں منہمک تھیں، ارشد نے کنکھیوں سے دیکھا لیکن انہوں نے اسے نظر انداز کیا۔ کوئی بھارتی ایکٹرس اپنے بھاری چوتڑ مٹکا رہی تھی اور ایک چور قسم کا ہیرو اس کے پستانوں کو بہانے بنا کر چھو رہا ہے۔ پل بھر کے لئے ارشد کے کانوں میں سرخی کی لہر دوڑی اس نے سر اٹھائے بغیر اپنی نیکر کو استری کرتے ہوئے زور سے کہا۔۔

,,میں خبریں سننا چاہتا ہوں،،

تینوں میں سے ایک لڑکی نے ریموٹ کا بٹن دبا کر چینل تبدیل کیا اور کچھ ساعتوں کے بعد تینوں اٹھ کر چلی گئیں۔۔

خبریں معمول کے مطابق تھیں، دہشت گردوں کے خلاف کارِروائیاں، حکمران طبقے کی فقید المثال اصلاحات اور ملک سے غربت کا خاتمہ، ہر خبر راشد کے لئے ایک سوال تھی لیکن وہ ان کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا، اس کے پاس ان سوالوں کے جواب تھے لیکن وہ ان کا جواب دینا نہیں چاہتا تھا,,رعایا کے پاس ایک ہی جواب ہوتا ہے،، اس نے اپنے آپ سے کہا لیکن الف سے ی تک سب لوگ صرف نوٹ بنانے کے چکر میں ہیں، اس لئے سب کے سر چکرا رہے ہیں، اس کی نگاہیں پل بھر کے لئے ٹی وی کی سکرین پر رک گئیں اور اس کا دایاں ہاتھ استری کرتے کرتے وہیں تھم گیا، ایک کافی بڑے جلوس کی تصویر اور نعروں کی چیخ وپکار سے ٹی وی کی سکرین لبالب بھر گئی۔۔

Scanned with CamScanner

,,حضرات یہ بے حیائی ہے، مرد اور عورتیں نیکریں پہن کر اکٹھے دوڑ لگائیں گے، اسلام خطرے میں ہے، ہم یہ میراتھون دوڑ نہیں ہونے دیں گے، بے شرم یونانیوں نے یہ دوڑ فتح کا اعلان کرنے کے لئے لگائی تھی تم ڈالر کے لئے یہ دوڑ لگا رہے ہو، وہ بھی نیکریں پہن کر، ہمارے کارکن لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر پھیل جائیں گے، ہم یہ دوڑ نہیں ہونے دیں گے، جن سڑکوں پر یہ دوڑ ہونی ہے ہم وہاں پر لوہے کے کانٹے بچھا دیں گے،۔

راشد کا ذہن ڈگمگانے لگا، اس نے استری کا سوئچ بند کر دیا۔ مجھے تو قسمت آزمانے کا بھی موقعہ نہیں ملتا، یہ لوگ کس شرم وحیا کی باتیں کر رہے ہیں، یہاں جس رفتار سے بلیو فلمیں بن رہی ہیں ان پر کسی کو اعتراض نہیں ہے، کسی ویڈیو سنٹر پر چلے جاؤ، ذرا سا اشارہ کرو تو وہ کاونٹر پر ایسی فلموں کا ڈھیر لگا دیتا ہے، درآمدی فلموں پر مردوں اور عورتوں کے مخفی اعضا کی تصویریں چسپاں ہوتی ہیں، ان پر کسی کو اعتراض نہیں ہے۔

اگلے دن دوڑ شروع ہونے والی تھی اور راشد جوگنگ ٹریک پر بھاگتا ہوا اپنے آپ کو اپنی فٹنیس کا مکمل یقین دلا رہا تھا کہ وہ اب پہلے کی نسبت بہت چست و چوبند تھا، اس نے اردگرد نگاہ دوڑائی اللہ کی مخلوق کا ایک جم غفیر اچھل کود میں مصروف، زمین سے آسمان کی طرف کودتے ہوئے چربی کے تودے، اپنے وزن سے عاجز جوگنگ ٹریک سے باہر لمبی لمبی کاروں کی قطاریں جن میں اونگھتے ہوئے ڈرائیور، ساری فضا میں سرگوشیوں کی سرسراہٹیں، فیس لفٹنگ اور باڈی لفٹنگ کی باتیں، راشد یہ باتیں سنتا ہوا ٹریک پر بھاگ رہا تھا کہ اسے لندن کا علاقہ slough یاد آ گیا جہاں وہ کامن ویلتھ کھیلوں کے سلسلے میں گیا ہوا تھا اس کے فلیٹ کے بالکل سامنے ایک بیوٹی پارلر تھا جس پر بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا,, یہاں ناف، پیٹ، چھاتیاں، گردن اور ہونٹوں وغیرہ کو بحال

Scanned with CamScanner

کیا جاتا ہے' ارشد کا ساتھی ایک حبشی اتھلیٹ تھا' دونوں روزانہ بیک وقت یہ سائن بورڈ دیکھتے اور ہنس دیتے' ہر مرتبہ ایک عورت باہر جھانکتی - ارشد نے اسے کہا ''چلو ہم بھی اپنے آپ کو ٹھیک کرواتے ہیں' مرد بھی تو بیوٹی پارلر میں جاتے ہیں' میں نے سنا ہے امریکہ میں جب مرد کی عمر چالیس سے تجاوز کرنے لگتی ہے تو وہ پارلرز میں اپنی مرمت کرواتے ہیں - اس نے جواب میں کہا تھا - اگلے دن مقابلہ تھا لیکن وہ حبشی دوڑ میں شریک نہ ہوا' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے بیوٹی پارلر کی مالکہ کو ریپ کیا تھا اور اس وقت وہ جیل میں تھا۔

لمبی دوڑ شہر کے ایک بولیوار سے شروع ہو چکی ہے چاروں اور ٹرکوں' بسوں' سکوٹروں اور پیدل چلنے والوں کا ہجوم سڑک عبور کرنے کے لئے بے چین' شور شرابہ' گالی گلوچ اور خواتین اتھلیٹوں پر فحش ریمارکس' شاید پہلی مرتبہ شہریوں نے عورتوں کو برملا نیکریں' شارٹس اور مختصر بنیانیں پہنے ہوئے دیکھ کر بے قابو ہو رہے ہیں" - ہزاروں ملکی اور غیر ملکی' بچّے جوان' ادھیڑ عمر اور بوڑھے لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم ایک سیلاب کی طرح آگے بڑھتا آ رہا ہے' جوگنگ ٹریک یعنی سڑک کے دونوں طرف سکیورٹی فورسز ہر طرح کے اسلحے سے لیس ٹرکوں' آرمڈ کاروں اور جیپوں میں سوار حرکت میں ہیں' سڑک کی بائیں جانب جوگنگ ٹریک سے باہر ایک ہجوم ہاتھوں میں سبز جھنڈے اٹھائے ہوئے پہلے کلمے کا ورد کرتے ہوئے سینہ کوبی کر رہا ہے' یہ حرام ہے' یہ بے شرمی ہے' مذہب کو نیچا دکھایا جا رہا ہے' یہ سب کچھ امریکہ کے اشارے پر ہو رہا ہے - ایک جیپ پر لاؤڈ سپیکر چیخ چیخ کر اعلان کر رہا ہے ''حضرات شہر میں دفعہ ۱۴۴ لگ چکی ہے' پانچ منٹ کے اندر منتشر ہو جائیں وگرنہ ٹیر گیس کا استعمال کیا جائے گا -''

یہ اعلان سنتے ہی جوگنگ ٹریک سے کچھ فاصلے پر نعرے مارتے ہوئے ہجوم

Scanned with CamScanner

میں بھگدڑ مچ گئی ہے لیکن جلد ہی انہوں نے اپنے آپ کو چار چار کی ٹولیوں میں بانٹ لیا ہے اور جارحانہ انداز سے جوگنگ ٹریک یعنی سڑک پر آنا چاہتے ہیں- شر کا ہجوم کے اس شور وشغب اور ہلڑ بازی کے باوجود دوڑ میں مگن ہیں' یہ دوڑ عام دوڑ سے مختلف ہے کیونکہ اس کی مسافت ۲۳ کلومیٹر کے قریب ہے اس لئے ایتھلیٹ دوڑنے اور چلنے کے درمیان گھسٹ رہے ہیں- راشد ایک تجربہ کار ایتھلیٹ ہے' وہ سب کو فاصلہ دیتا ہوا دوسروں کو کاٹتا ہوا آگے بڑھتا جارہا ہے' اپنی حکمت عملی کے مطابق وہ اپنی رفتار کم کر کے اپنی تھکن دور کرلے گا' اس نے اپنی فلاسک میں پانی کی بجائے خالص دودھ بھرا ہوا ہے- دو تین کلومیٹر کی دوڑ کے بعد راشد تھکن محسوس کرنے لگا ہے جس کے احساس کو محو کرنے کے لئے آس پاس کے لوگوں کو دیکھنے لگا بلکہ ان کی باتیں سننے لگا' سڑک اتنی چوڑی نہیں تھی اس لئے ایک دوسرے کی باتیں سننے میں کوئی دقت نہیں تھی- راشد کے پیچھے یونیورسٹی کے چند ایک طالب علم تھے جو سفید فام عورتوں کے جسموں کی تعریف کررہے تھے یار ان گوریوں کے سینے بڑے زبردست ہوتے ہیں' یار اس میم کی ٹانگیں دیکھو' بالکل ترچھی ترچھائی' ہماری عورتوں کو تو شلواریں پہن کر ہی دوڑنا چاہیئے تھا' کسی ایک نے گرہ لگائی ہے- کہاں گھر سے؟ راشد کے جی میں آئی کہ وہ ان لڑکوں سے الجھ جائے لیکن ان کی نفری دیکھ کر خاموش رہا اور اپنے بھاگنے کی رفتار تیز کردی-

احتجاجی جلوس ساتھ ساتھ چل رہا تھا- ایک لڑکے نے زور سے کہا ہے-- مولانا ساتھ ساتھ بھاگنے کی بجائے ٹریک پر اکر دوڑ میں شامل ہو جائیں' ایک لاکھ ڈالر شاید مل جائے ہم سب ڈالر فتح کرنے جارہے ہیں- دھوپ بہت تیز تھی اور راشد کو محسوس ہوا کہ وہ شاید یہ دوڑ پوری نہ کرسکے حالانکہ وہ دوسروں کی نسبت بہت آگے نکل گیا تھا اس کے آگے ادھیڑ عمر کا ایک جوڑا بھاگ رہا تھا' وہ دوڑتے ہوئے بھی کسی بات پر مسلسل بحث

Scanned with CamScanner

کر رہے تھے- ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک نوعمر جوڑا' جو غالباً زیر تعلیم ہیں بھاگتے بھاگتے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر جوگنگ ٹریک سے باہر نکل گئے ہیں- ,,دیکھا وہ دونوں دوڑ کی آڑ لے کر فرار ہو گئے ہیں' جلدی قدم اٹھاؤ سمینہ بھی یہیں کہیں ہو گی' میں نے لاکھ سمجھایا تھا کہ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہمارے پاس ہے ہمیں ڈالر نہیں چاہئیں لیکن وہ اپنی سہلیوں سمیت اس دوڑ میں شامل ہونا چاہتی تھی صبح سے اس کا پتہ نہیں چلا' اسے کہاں ڈھونڈیں نہ جانے کہاں مر گئی ہے- '' وہ اس دوڑ میں دوڑ گئی ہے'' اپنی سختی کا نتیجہ دیکھا زمین گول ہے وہ واپس آ جائے گی' وہ دیکھو وہی لگتی ہے اپنے یار کے ساتھ ہنس ہنس کر بھاگ رہی ہے''

ارشد نے اپنے دوڑنے کی رفتار تیز کر دی ہے' اب صرف تین حبشی اس سے آگے ہیں' آدھے کے قریب فاصلہ طے ہو گیا ہے- ایک نے آواز لگائی ہے مولانا جلوس میں بھاگنے کی بجائے اس میں شامل ہو جائیں' ایمان تازہ ہو جائے گا'' جلوس میں شامل کچھ لوگوں نے یہ بات سن کر جواب میں ننگی گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی ہے اور کھلاڑیوں پر حملہ آور ہونے لگے ہیں کہ پولیس لاٹھیاں اور بید لے کر آگے بڑھی ہے- کچھ فاصلے پر مظاہرین نے سڑک پر رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں' غیر ملکی ایتھلیٹ بھاگتے بھاگتے رک گئے ہیں' حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں' دو سفید فام ایک دوسرے کو کہہ رہے ہیں ''ڈینیل' نکلو یہاں سے' یہ بنیاد پرستوں کا ملک ہے عورتیں کی ٹانگیں دیکھ کر ان کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے ابھی بم پھٹنے شروع ہو جائیں گے''- دوڑنے والوں کا جم غفیر ایک پل کے لئے رک گیا ہے- مخالف سمت میں مظاہرین نے پھر نعرے لگانے شروع کئے ہیں'' بے حیائی بند کرو' یہ ملک اس لئے بنایا گیا تھا' یہ سب ڈالروں کے پجاری ہیں''- ہجوم کا اشتعال کم ہوتا نظر نہیں آتا-

Scanned with CamScanner

یکا یک فضا میں شور بلند ہوا ہے اور دو دیو قامت ہیلی کاپٹر نمودار ہوئے ہیں جن کے پروں کے شور میں مظاہرین کے نعرے فضا میں گم ہو گئے ہیں' بے تحاشا گرد و غبار اور ہوا کے جھکڑ چلنے لگے ہیں۔ ہیلی کوپٹر بتدریج نیچے اترتے آ رہے ہیں' ان میں سے بے شمار چھوٹے چھوٹے ڈبے نیچے گرنے لگے ہیں جن میں سے دھوئیں کی لکیریں نکل رہی ہیں۔ جونہی وہ ڈبے نیچے گرے ہیں چاروں طرف زہریلا دھواں پھیلنے لگا ہے۔ نیچے مظاہرین میں بھگدڑ مچ گئی ہے اور وہ آنکھوں پر رومال رکھے ہوئے تتر بتر ہو رہے ہیں۔ راشد نے بھی آنکھوں پر رومال رکھ کر اپنی دوڑ کو جاری رکھا ہے' اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہے' تمام ایتھلیٹ غائب ہو گئے ہیں اور وہ صرف وہی تنہا ہانپتا ہوا بھاگتا جا رہا ہے۔ ہیلی کوپٹر پھر اوپر آسمان کی طرف چلے گئے ہیں۔ ارشد کو یقین ہو گیا ہے کہ اس نے یہ دوڑ جیت لی ہے۔ اس نے بمشکل سے تین چار قدم اٹھائے ہیں کہ اس کا سر چکرایا ہے اور وہ منہ کے بل جوگنگ ٹریک پر گر گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

ایک ادھوری سرگزشت

انیس ناگی کی خودنوشت ادھوری سرگزشت کا پہلا ایڈیشن خاصا ہنگامہ خیز ثابت ہوا تھا۔ انیس کی شاعری، تنقید، افسانے اور ناول سے شدید اختلافات رکھنے والے لوگ بھی اس سرگزشت کے لئے رطب اللسان تھے۔ اس کتاب کی اہمیت یہ تھی کہ ادھوری سرگزشت نے اردو ادب کو یہ سلیقہ سکھایا تھا کہ ادبی خودنوشت کیسے لکھی جاتی ہے۔ خودنوشت کا فن کیا ہے؟ اور خودنوشت ایک سادہ قسم کے بیانیہ سے بلند ہو کر کس طرح سے ایک برتر تخلیقی آرٹ فارم کا روپ دھار لیتی ہے۔ انسانی زندگی کے اعمال اور افکار ایک وحدت میں ڈھل کر کس طرح سے تجربے کی ایک ایسی اکائی بنتے ہیں جہاں ماضی کے اوراق تخلیقی حرارت سے روشن ہونے لگتے ہیں۔ ادھوری سرگزشت ذات کو منکشف کرنے کی ایک ایسی واردات تھی جس میں داخلی قوت نے ایک فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اس اعتبار سے ادھورا تھا کہ اس میں داستان کا سفر خاموشی کے ساتھ رک گیا تھا اور اب برسوں بعد انیس ناگی نے اس ادھورے سفر کی گم گشتہ منزلوں کی داستان بیان کی ہے۔ مگر یہ داستان ابھی ادھوری ہے۔ یہ داستان کب مکمل ہوگی اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ شائد یہ ادھوری ہی رہے گی کہ آنے والی منزلوں کو بیان کرنے کا حوصلہ تو انیس ناگی میں ہے مگر سننے والوں میں حوصلہ نہ ہوگا۔ بہرحال اس اضافہ شدہ ایڈیشن میں محظوظ ہونے کے نئے سامان موجود ہیں۔

تبسم کاشمیری
۴ فروری ۲۰۰۸

Scanned with CamScanner